لاہور

ہفت روزہ

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

35

مسلسل اشاعت کا
32واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

25 صفر تا 2 ربیع الاوّل 1445ھ / 12 تا 18 ستمبر 2023ء

امام ابوحنیفہؒ اور آزادئ اظہار

امام [ابوحنیفہؒ] کے نزدیک مسلم معاشرے اور اسلامی ریاست میں قضا [عدالت] کی آزادی کے ساتھ آزادئ اظہار رائے کی بھی بہت بڑی اہمیت تھی، جس کے لیے قرآن وسنت میں 'امر بالمعروف ونہی عن المنکر' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔

محض 'اظہارِ رائے' تو نہایت ناروا بھی ہوسکتا ہے، فتنہ انگیز بھی ہوسکتا ہے، اخلاق اور دیانت اور انسانیت کے خلاف بھی ہوسکتا ہے، جسے کوئی قانون برداشت نہیں کرسکتا۔ لیکن برائیوں سے روکنا اور بھلائی کے لیے کہنا، ایک صحیح اظہار رائے ہے اور اسلام یہ اصطلاح اختیار کر کے اظہار رائے کی تمام صورتوں میں سے اسی کو مخصوص طور پر عوام کا نہ صرف حق قرار دیتا ہے بلکہ اسے ان کا فرض بھی ٹھہراتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کو اس حق اور اس فرض کی اہمیت کا سخت احساس تھا کیونکہ ان کے زمانے کے سیاسی نظام میں مسلمانوں کا یہ حق سلب کرلیا گیا تھا اور اس کی فرضیت کے معاملے میں بھی لوگ مذبذب ہوگئے تھے۔ اُس زمانے میں ایک طرف مُرجیہ اپنے عقائد کی تبلیغ سے لوگوں کو گناہ پر جرأت دلا رہے تھے، دوسری طرف حَشو یہ اس بات کے قائل تھے کہ 'حکومت کے مقابلے میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر ایک فتنہ ہے'، اور تیسری طرف بنی اُمیہ و بنی عباس کی حکومتیں طاقت سے، مسلمانوں کی اس روح کو کچل رہی تھیں کہ وہ امراء کے فسق و فجور اور ظلم و جور کے خلاف آواز اُٹھائیں۔

اس لیے امام ابوحنیفہؒ نے اپنے قول اور عمل دونوں سے اس روح کو زندہ کرنے کی اور اس کے حدود واضح کرنے کی کوشش کی۔ الجصاص کا بیان ہے کہ ابراہیم الصائغ (خراسان کے مشہور و با اثر فقیہ) کے سوال پر امامؒ نے فرمایا کہ 'امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرض ہے'۔ اور عکرمہ عن ابن عباس کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا کہ ''افضل الشہداء ایک تو حمزہؓ بن عبدالمطلب ہیں، دوسرے وہ شخص جو ظالم امام کے سامنے اُٹھ کر اسے نیک بات کہے اور بدی سے روکے اور اس قصور میں مارا جائے''۔ ابراہیمؒ پر امامؒ کی اس تلقین کا اتنا زبردست اثر پڑا کہ وہ جب خراسان واپس گئے تو انہوں نے عباسی سلطنت کے بانی ابومسلم خراسانی (م: ۱۳۶ھ/ ۷۵۴ء) کو اس کے ظلم و ستم اور ناحق کی خوں ریزی پر برملا ٹوکا اور بار بار ٹوکا، یہاں تک کہ آخر کار اس نے انھیں قتل کردیا۔

سید مولانا مودودیؒ

اس شمارے میں

آئین اور قانون کی زیردستی
عدل کے تقاضے
بجلی کے بلوں میں ظالمانہ اضافہ اور اشرافیہ کی مراعات
یہ ملک لیا تھا جو کبھی خون بہا کر!
تاریخ کی بدترین نسل کشی
خود انحصاری

الہدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1051

تخت کے رنگ و روپ میں تبدیلی سے ملکہ کا امتحان

سُورۃُ النَّمل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 41، 42

قَالَ نَكِّرُوۡا لَهَا عَرۡشَهَا نَنۡظُرۡ اَتَهۡتَدِيۡۤ اَمۡ تَكُوۡنُ مِنَ الَّذِيۡنَ لَا يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۴۱﴾
فَلَمَّا جَآءَتۡ قِيۡلَ اَهٰكَذَا عَرۡشُكِ ؕ قَالَتۡ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوۡتِيۡنَا الۡعِلۡمَ
مِنۡ قَبۡلِهَا وَكُنَّا مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۴۲﴾

آیت ۴۱: ﴿قَالَ نَكِّرُوۡا لَهَا عَرۡشَهَا﴾ ’’سلیمانؑ نے کہا کہ اس کے لیے اس کے تخت کی ہیئت ذرا بدل دو‘‘

ملکہ کو آزمانے کے لیے تخت کی ظاہری ہیئت میں تھوڑی بہت تبدیلی کردو۔

﴿نَنۡظُرۡ اَتَهۡتَدِيۡۤ اَمۡ تَكُوۡنُ مِنَ الَّذِيۡنَ لَا يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۴۱﴾﴾ ’’ہم دیکھیں کہ وہ پہچان پاتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہوتی ہے جونہیں پہچان پاتے۔‘‘

آیت ۴۲: ﴿فَلَمَّا جَآءَتۡ قِيۡلَ اَهٰكَذَا عَرۡشُكِ ؕ قَالَتۡ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ﴾ ’’پھر جب وہ آئی تو (اُس سے) کہا گیا کہ کیا اسی طرح کا ہے آپ کا تخت؟ اُس نے کہا یہ تو گویا وہی ہے!‘‘

چنانچہ اس نے اپنے تخت کو پہچان لیا۔ یعنی وہ واقعی ایک ذہین اور سمجھ دار عورت تھی۔ اس سے پہلے آیت ۳۴ میں فاتح بادشاہوں کے بارے میں اس کا تبصرہ بھی اس کی ذہانت اور دانش مندی کا ثبوت ہے۔

﴿وَاُوۡتِيۡنَا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِهَا وَكُنَّا مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۴۲﴾﴾ ’’اور ہمیں اس سے پہلے ہی علم حاصل ہو چکا ہے اور ہم اسلام لا چکے ہیں۔‘‘

یعنی میرے تخت کا یہاں پہنچ جانا اب میرے لیے کوئی بہت بڑی حیرت کی بات نہیں۔ آپؑ کا اللہ کے ہاں جو مقام و مرتبہ ہے اس کے بارے میں مجھے بہت پہلے ہی علم ہو چکا ہے اور اسی وجہ سے ہم مسلمان ہو کر آپؑ کی اطاعت قبول کر چکے ہیں۔

درس حدیث

فکرِ آخرت کا ثمر

عَنۡ اَنَسِ بۡنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنۡ كَانَتِ الۡاٰخِرَةُ هَمَّهٗ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِيۡ قَلۡبِهٖ وَجَمَعَ لَهٗ شَمۡلَهٗ وَأَتَتۡهُ الدُّنۡيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَمَنۡ كَانَتِ الدُّنۡيَا هَمَّهٗ جَعَلَ اللّٰهُ فَقۡرَهٗ بَيۡنَ عَيۡنَيۡهِ وَفَرَّقَ عَلَيۡهِ شَمۡلَهٗ وَلَمۡ يَأۡتِهٖ مِنَ الدُّنۡيَا اِلَّا مَا قُدِّرَ لَهٗ)) (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جسے سب سے زیادہ فکرِ آخرت کی ہو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور اس کے اُلجھے ہوئے کاموں کو سُلجھا کر اس کے دل کو تسکین دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل و خوار ہو کر آتی ہے (یعنی دنیا کا مال و متاع جو اس کی قسمت میں لکھا ہے بغیر کسی شدید مشقت کے آسانی سے اس کے پاس پہنچ جاتا ہے)۔ جو شخص دنیا کے عیش پر مر مٹنے کا فیصلہ کر چکا ہو، اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کو مسلط کر دیتا ہے (وہ اس احساس میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ میں لوگوں کا محتاج ہوں) اور اللہ تعالیٰ اس کے سلجھے ہوئے معاملات کو پراگندہ کر کے اُلجھا دیتا ہے (اس لیے وہ سکونِ قلب کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے) اور دُنیا کا رزق (زیادہ نہیں بلکہ) اسے صرف اتنا ہی ملتا ہے، جتنا اس کے مقدر میں ہوتا ہے‘‘۔

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

25 صفر تا 2 ربیع الاوّل 1445ھ — جلد 32
12 تا 18 ستمبر 2023ء — شمارہ 35

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئین اور قانون کی زیر دستی

آج دینی اور مذہبی جماعتوں کے مخلص کارکن اکثر آئین اور دستور کی اہمیت کو سمجھنے میں الجھن کا شکار ہیں وہ انتہائی سادہ لوحی کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب ہمارے پاس قرآن کی مکمل اور محفوظ ہدایت موجود ہے تو ہمیں آئین اور دستور کی بھلا ضرورت ہی کیا ہے۔ لہٰذا آج ہم پہلے آئین کی وضاحت کرتے ہیں پھر قرآنی ہدایت کے طریقہ کار پر روشنی ڈالیں گے۔ سب جانتے ہیں کہ تاریخ انسانی میں کسی بھی انسانی معاشرہ کو حدود و قیود کا پابند رکھنے کے لیے قانون کی ضرورت ہوتی ہے، جس کی تشکیل، تعمیل اور یکساں و منصفانہ تنفیذ کو یقینی بنانا ریاست وحکومت کا کام ہوتا ہے۔ لیکن اس ذمہ داری کی ادائیگی میں ریاست کے مختلف اسٹیک ہولڈرز بھی بذاتِ خود کچھ ''متفقہ اعلیٰ اصول وضوابط'' کے پابند ہوتے ہیں۔

قدیم دور میں ریاست بنانے والے مختلف قبائل کے باہمی معاہدہ و میثاق کو یہ درجہ حاصل ہوتا تھا اور جدید دور میں اسے آئین و دستور کہا جاتا ہے۔ جو مختلف اداروں کے اختیارات وفرائض کے ساتھ ساتھ عوام کے بنیادی حقوق وفرائض کا تعین کرتا ہے جس کی پابندی مختلف اداروں اور عوام پر یکساں اور مکمل طور پر لازم ہوتی ہے۔ جو اس ریاست کے مختلف صوبوں اور اداروں، اور حکمرانوں اور عوام الناس کے درمیان ایک معاہدہ یا میثاق ہی کی جدید شکل ہے۔ اب ہم قرآن کی ہدایت کے طریقہ کار کی طرف آتے ہیں۔ اسلام ایک مکمل دین ہے اور اگرچہ اس کا اصل مخاطب تو فرد ہی ہے لیکن اسلام معاشرہ اور ریاست کے تمام اجتماعی معاملات میں بھی مکمل اور ابدی ہدایات دیتا ہے۔ لیکن اسلام اس حوالے سے ہر ہر موضوع پر تفصیلات دینے کی بجائے صرف ضروری حدود و قیود کا تعین کرتا ہے۔ یہی معاملہ ریاستی ہدایات کا ہے جس کے بارے میں قرآن مجید سورۃ النساء میں میرٹ اور جسٹس کی آفاقی ہدایت کے بعد قرآن وسنت کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے ''اپنے میں سے'' حکمرانوں کی اطاعت کا حکم دیتا ہے جن کو مکی سورۃ الشوریٰ میں ہی ''اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ '' کی قرآنی ہدایت کا پابند بنا دیتا ہے۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ قرآن نے معاہدات کی پاسداری میں کیا کہا ہے؟ اور اللہ کو گواہ بنا کر کیے ہوئے ''عہد اللہ'' کی خلاف ورزی کو ''فساد فی الارض'' کا سبب کیوں قرار دیا ہے۔ اور جب ریاست مدینہ کی بنیاد رکھی گئی تو قرآنِ مجید کی موجودگی کے باوجود صاحبِ قرآن ﷺ نے مدنی انصار و مکی مہاجرین کے درمیان مواخات اور بعد ازاں مسلمانانِ مدینہ اور یہودِ مدینہ کے درمیان ہونے والے معاہدے کو تحریر میں لا کر اسے میثاق کیوں قرار دیا۔ اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو ریاستِ مدینہ سے کاٹ کر کیوں پھینک دیا گیا۔ لیکن پاکستان کی تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو افسوس کی بات یہ ہے کہ مدینہ ثانی کہلانے والا پاکستان اس حوالے سے عجیب ہی نقشہ پیش کر رہا ہے۔

پاکستان بھارت سے ایک دن پہلے آزاد ہوا لیکن بھارت نے 1949ء میں ہی آئین بنا لیا اور 1950ء میں نافذ کر دیا پاکستان 1956ء تک ایک بے آئین سرزمین رہا۔ قائداعظم پاکستان بننے کے بعد 13 ماہ زندہ رہے لیکن صحت اتنی خراب ہو چکی تھی کہ وہ ذاتی طور پر متحرک ہو کر کسی کام کو پوری طرح سرانجام نہیں دے سکتے تھے۔ لہٰذا 1935ء کا ایکٹ ہی ہمیں گورن کرتا رہا۔ ایسا نہیں کہ پاکستان کے پاس آئین ساز ماہرین نہیں تھے لیکن مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والا طاقتور مفاد پرست طبقہ کسی صورت نئے آئین

کے تحت بننے والی حکومتوں میں مشرقی پاکستان کا بھاری پلڑا برداشت کرنے کو تیار نہ تھا۔ اس لیے کہ مشرقی پاکستان کی آبادی مغربی پاکستان سے زیادہ تھی لہٰذا مشرقی پاکستان میں کسی مقبول جماعت کے وفاق میں حکومت بنانے کے زیادہ امکانات تھے۔ 1951ء میں یعنی پاکستان بننے کے صرف چار سال بعد مسلم لیگ مشرقی پاکستان میں جگتو فرنٹ کے ہاتھوں بُری طرح پِٹ چکی تھی لہٰذا عدل کا تقاضا یہ تھا کہ آئین سازی کا کام ملکی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے کرلیا جاتا اور مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے سیاست دان اپنی محنت اور خلوص کی بنا پر مشرقی پاکستان میں اپنی جگہ بناتے۔ ظاہر ہے مشرقی پاکستان سے تعلق رکھنے والے سیاست دان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مقبول تو نہ رہتے اس لیے بھی کہ حکمرانی مقبولیت پر یقینی طور پر اثر انداز ہوتی ہے اور پھر موقع ملنے پر مشرقی پاکستان سے بھی نشستیں جیت کر وفاق میں صحیح معنوں میں ایک مضبوط حکومت بناتے لیکن مغربی پاکستان کے مفاد پرست سیاست دانوں کی عیار بیوروکریسی کی ذہانت نے مدد کی اور مغربی پاکستان میں ون یونٹ بنا دیا اور پاکستان کو ایک ایسا ملک قرار دیا جو دو یونٹوں پر مشتمل ہے اور عوامی نمائندگی برابر کردی اور پھر وہ آئین جو نو (9) برس نہیں بن سکا تھا آناً فاناً بن گیا۔

ہم نے یہ تمہید اس لیے باندھی ہے کہ قارئین جان سکیں کہ وطن عزیز پاکستان نہ صرف شروع سے ہی عدل، اصول، ضوابط اور قومی سوچ سے محروم رہا بلکہ ذاتی سیاسی مفادات اور اقتدار کی ہوس نے غلط اور ناحق فیصلے کروائے۔ افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنی سوچ اور اجتماعی زندگی کے امور سرانجام دیتے ہوئے اپنی اس روش میں نہ صرف کسی قسم کی کوئی اصلاح نہ کی بلکہ بڑی تیز رفتاری سے اس راہ کج پر آگے بڑھتے چلے گئے اور آج ہم ایک ایسے خوفناک انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں جس کا کُھل کر ذکر کرنے سے زبان اور قلم دونوں تھر تھر کانپ رہے ہیں۔ عوام کی اکثریت اس پر اس لیے توجہ دینے سے قاصر ہے کہ اندرونی اور بیرونی منصوبہ سازوں نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ عوام جسم اور جان کا رشتہ برقرار رکھنے کی فکر کریں یا قومی اور بین الاقوامی سطح پر ہونے والی بددیانتی بلکہ بدمعاشی سے برآمد ہونے والے نتائج کا تدارک کرنے کا سوچیں کیونکہ اغیار جو کھیل کھیل رہے ہیں اُس کی کاٹ کو نتیجہ دینے میں سال نہ سہی مہینے تو لگیں گے جبکہ بدقسمتی سے اکثریت کی سوچ یہ ہوگئی ہے کہ آج جان بچاؤ کل آئے گا تو دیکھا جائے گا۔

عدل کو ٹھکرانے اور قانون سے بالاتر ہونے کا اداروں کی سطح پر آغاز تب ہوا جب جسٹس منیر نے نظریۂ ضرورت ایجاد کرکے عدل پر پہلا حملہ کیا نتیجہ یہ نکلا کہ عدل زیر ہوگیا اور اقتدار کی ہوس زبر ہوگئی بعدازاں یہ زیر اور زبر کا معاملہ بڑھتا چلا گیا۔ Might کی لاٹھی سے قانون، ضوابط اور عدل و انصاف کو للکارا جانے لگا۔ وقت کے وزیراعظم ہائی کورٹ کے ججوں کو فون کرنے لگے کہ فلاں کی سزا بڑھا دو فلاں کو ہاتھ نہ لگے۔ مارشل لاؤں نے یہ سبق بھی پڑھا دیا کہ آئین کے تحت نہیں L-F-O کے تحت حلف اُٹھاؤ جو نہیں مانے گا وہ کرسی خالی کردے۔ سچی بات یہ ہے کہ بہت سے باضمیر ججوں نے مختلف مواقع پر کرسیاں خالی کردیں۔ آہ! کاش سب اسی طرح کا فیصلہ کرتے اور ضمیر کی زندگی کا ثبوت دیتے تو بات کبھی آگے نہ بڑھ سکتی۔ لیکن لالچ اور ہوس صرف سیاست دانوں تک محدود نہیں تھا بلکہ یہ پھوڑا کینسر کی صورت اختیار کررہا تھا۔ نہ صرف مارشل لاؤں کو جائز اور قانونی قرار دے دیا گیا بلکہ آگے بڑھ کر فرد واحد کو آئین میں ترمیم کا حق بھی عطا فرما دیا گیا۔ ایک طرح کی بادشاہت آگئی اور کون نہیں جانتا کہ عالم پناہ اگر خوش ہو جائیں تو کیا کچھ عطا نہیں کرسکتے اور ناراض ہو جائیں تو کیسے کیسے عذاب ڈھا سکتے ہیں۔ لہٰذا آج تک تو کوئی ایسا دیوانہ پیدا نہیں ہوسکا جو کہے کہ بادشاہ ننگا ہے اور اگر کسی کا اس طرح کا دیوانہ بن جانے کا امکان بھی پیدا ہو جائے تو اُسے پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے اور "Nip the evil in the bud" کو زریں اصول تسلیم کرتے ہوئے راستے کا کانٹا نکالنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔

بات کدھر نکل گئی آغاز تو ہوا نظریہ ضرورت کے تحت عدالتوں سے من چاہے فیصلے لینے کا لیکن چونکہ دوا کوئی نہ کی گئی۔ لہٰذا وقت کے ساتھ ساتھ مرض بڑھتا چلا گیا۔ اب وقت یہ آگیا ہے کہ عدالت کون ہوتی ہے کہ ہماری چاہت کے خلاف فیصلہ دے۔ لہٰذا اپوزیشن نہیں یقین کیجئے حکومتیں کہتی ہیں کہ ہم سپریم کورٹ کا فیصلہ قبول نہیں کریں گے اگر وہ فیصلہ ہمارے سیاسی مفاد کو زک پہنچاتا ہے۔ فلاں فلاں جج کو بینچ سے نکال دیا جائے اور فلاں فلاں کو بینچ میں بٹھایا جائے۔ یہ مدعی یا مدعا علیہ مطالبہ کرتے ہیں۔ ہائی کورٹ فلاں ملزم کی ضمانت لے لے یا اُسے رہا کردے، ہماری مرضی کے بغیر رہا نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی رہا ہو جائے تو پلک جھپکتے ہی دوسرے مقدمہ میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ ایک تماشا لگا ہوا ہے جو دنیا بغیر ٹکٹ کے دیکھ رہی ہے۔ پھر یہ کہ قانون ہی نہیں آئین سے بھی دو دو ہاتھ کرلیے گئے ہیں۔ آئین کی کوئی شق کتنی ہی غیر مبہم اور واضح کیوں نہ ہوں ہم اسے پاؤں تلے روندنے لگے ہیں۔ آئین اسمبلی ٹوٹنے کے بعد نوّے (90) دن میں الیکشن کا کہتا ہے اور اس دوران انتخابات کے انعقاد کے لیے نگران حکومت کے قیام کا کہتا ہے۔ اسمبلی ٹوٹ جاتی ہے لیکن نوّے دن میں انتخابات نہیں ہوتے اور نگران حکومتیں ہر کام کرتی ہیں۔ سوائے انتخابات کرانے کے انتظامات کرنے کے۔ گویا افراد زبردست ہیں اور قانون و آئین زیر دست ہیں۔ کوئی احمق ہی ہوگا جو خیر برآمد ہونے کی توقع کرے گا۔ کانٹے بونے سے پھول کیسے کھلیں گے۔ زہر شہد کا کام کیونکر دے گی حیوانیت میں انسانیت کا رنگ کیسے نکھر سکے گا۔ درندگی صرف شرمندگی کا باعث بنے گی۔ پاکستان ہماری آماجگاہ ہی نہیں اسے اسلام کا گہوارہ بھی بننا ہے۔ یاد رہے پاکستان ہماری مادی ہی نہیں روحانی ضرورت بھی ہے گویا ہماری زندگی اللہ کی بندگی کی محتاج ہے۔

معاشرتی، معاشی، قانونی اور ریاستی سطح پر

عدل کے تقاضے

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے یکم ستمبر 2023ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

تنظیم اسلامی کی بقائے پاکستان: نفاذ عدل اسلام مہم کے ذیل میں گزشتہ ایک خطاب جمعہ میں عدل وقسط کے تین مختلف پہلوؤں پر گفتگو ہوئی تھی۔ عدل وقسط ایک جامع اصطلاح ہے جس کو اگر کھولا جائے تو یہ زندگی کے تمام معاملات پر محیط ہو جائے۔ آج ان شاء اللہ اسی تسلسل میں عدل وقسط کے مزید چار پہلوؤں کا مطالعہ کریں گے۔

معاشرتی زندگی میں عدل:

معاشرتی معاملات میں عدل کے بہت سارے پہلو ہیں۔ معروف حدیث ہے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں جو ہمارے بڑوں کا ادب نہ کرے اور جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یہ بھی عدل کا تقاضا ہے کہ بڑوں کا ادب کیا جائے اور چھوٹوں پر شفقت کی جائے۔ استثنٰی کی گنجائش اس صورت میں ہوگی کہ کوئی گستاخ رسول ہو یا کوئی ایسا گناہ یا جرم کیا ہو جو انتہائی سنگین نوعیت کا ہو۔ ورنہ عدل کا تقاضا ہے کہ بڑوں کا ادب کیا جائے۔ اسی طرح جتنے حقوق العباد کے پہلو بیان ہوتے ہیں، والدین کا معاملہ ہو، زوجین کا معاملہ ہو، اولاد کا معاملہ ہو، رحمی رشتوں، پڑوسیوں، رشتہ داروں، ساتھ کام کرنے والوں، ساتھ سفر کرنے والوں، ایک مسجد میں نماز پڑھنے والوں، ایک کلاس میں پڑھنے والوں کا معاملہ ہو، اسی طرح معاشرتی زندگی میں جہاں جہاں بھی کسی سے تعلق واسطہ پڑتا ہو، سب کے ساتھ عدل مطلوب ہے کہ جو جس کا حق بنتا ہے وہ اس کو حق دیا جائے۔ اسی طرح معاشرتی معاملات میں محبت اور نفرت کے پہلو بھی آسکتے ہیں۔ بخاری شریف میں نبی ﷺ کی بڑی واضح حدیث ہے کہ جس نے محبت کی تو اللہ کی خاطر، نفرت بھی کی تو اللہ کے لیے، کسی کو کچھ دیا تو اللہ کی خاطر کسی سے کچھ روکا بھی تو اللہ کی خاطر، اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے:

”اے اہل ایمان کھڑے ہو جاؤ پوری قوت کے ساتھ عدل کو قائم کرنے کے لیے اللہ کے گواہ بن کر خواہ یہ (انصاف کی بات اور شہادت) تمہارے اپنے خلاف ہو یا تمہارے والدین کے یا تمہارے قرابت داروں کے۔ چاہے وہ شخص غنی ہے یا فقیر اللہ ہی دونوں کا پشت پناہ ہے۔ تو تم خواہشات کی پیروی نہ کرو مبادا کہ تم عدل سے ہٹ جاؤ۔ اگر تم زبانوں کو مروڑو گے یا اعراض کرو گے تو (یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے پوری طرح باخبر ہے۔“ (سورۃ النساء:135)

یہ اصل میں عدل کا تقاضا ہے کہ چاہے اپنی ذات پر ہی بات کیوں نہ آجائے یا اپنوں کے خلاف ہی کیوں بات نہ آجائے کبھی کسی کی محبت یا کبھی کسی کی عداوت عدل کے

مرتب: ابو ابراهیم

راستے میں رکاوٹ نہ بننے پائے۔ مگر آج ہمارے معاشرے میں کیا ہو رہا ہے؟ اپنے مفاد، اپنوں کی محبت میں اور مخالفین کی دشمنی ہو ہر وہ کام بھی ہو رہا ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔ یہ ظلم ہے۔ کسی شے کو اس کے مقام پر رکھنا عدل ہے اور کسی شے کو اس کے مقام سے ہٹا دینا ظلم ہے۔ آج زبان کا تعصب ہے، برادری کا تعصب ہے، نسلی، علاقائی، خاندانی تعصبات ہیں جو اس عدل میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ حالانکہ اسلام نے تو طے کر دیا تھا کہ کسی گورے کو کسی کالے پر، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، سوائے اس کے کہ جو تقویٰ میں بڑھ کر ہے وہ اللہ کے ہاں محترم ہے۔ حضرت بلالؓ پہلے غلام تھے لیکن اسلام قبول کر لینے کے بعد حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی بھی انہیں سیدنا بلالؓ کہہ کر پکارتے تھے۔ معراج کی شب حضور ﷺ ان کے قدموں کی آواز جنت میں سن رہے ہیں۔ یہ تھا عدل کا معیار۔

معاشی سطح پر عدل

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جینے کا حق دینا چاہتا ہے اور وہ طبقاتی کشمکش کو مٹانا چاہتا ہے۔ اگرچہ یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ معاشی سطح پر سب برابر ہو جائیں، یہ تو غیر فطری بات ہو جاتی ہے البتہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ معاشی سطح پر فرق اور تفاوت کم سے کم ہو۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ دولت چند ہاتھوں میں محدود ہو کر رہ جائے اور باقی لوگ دو وقت کے کھانے کو ترسیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سود، جوئے، ذخیرہ اندوزی، رشوت، کرپشن، چوری، ڈاکہ، غصب وغیرہ کو حرام قرار دیا اور ان پر سخت پابندیاں عائد کیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اور عشر کا حکم بھی دیا اور ساتھ صدقات و خیرات کی ترغیب و تشویق بھی دلائی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے والدین، بیوی بچوں کی کفالت اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ ان ساری تعلیمات کو اگر دیکھیں تو ان کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دولت کا flow جاری رہتا ہے اور دولت کے ثمرات غرباء، مساکین اور ضرورت مندوں تک منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ان کو بھی جینے کا حق ملتا ہے۔

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ تو بارہا فرمایا کرتے تھے کہ حاکم اور محکوم، آجر اور اجیر، حکمران اور رعایا، مرد اور عورت، زمیندار اور کسان، سرمایہ دار اور مزدور کے مابین عدل اس وقت قائم ہوگا جب پیدا کرنے والی ذات کا حکم مانیں گے، اسی کے بنائے ہوئے نظام کو نافذ کریں گے تو ہر سطح پر عدل قائم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حلال اور حرام، جائز اور ناجائز کی جو تقسیم اور تفریق تعلیم فرمائی ہے اس میں عدل، امن اور فلاح ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ

ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ﴾ (الملک: 14) ''کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے؟''

وہی پیدا کرنے والا ہے اور اسی کو خبر ہے کہ کیا چیز انسان کے فائدے اور بھلائی میں ہے اور کیا چیز اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ شرعی سزائیں بھی عطا کی ہیں تاکہ لوگوں کی جان، مال، آبرو، عقیدہ اور عقل محفوظ رہ سکے۔

قانونی سطح پر عدل

قانونی اور عدالتی امور میں عدل کا معاملہ قرآن کریم میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ قرآن مجید کی سب سے طویل آیت میں ان امور کے متعلق ارشاد ہے: ''اے اہل ایمان! جب بھی تم قرض کا کوئی معاملہ کرو ایک وقت معین تک کے لیے تو اس کو لکھ لیا کرو۔ اور چاہیے کہ اس کو لکھے کوئی لکھنے والا تمہارے مابین عدل کے ساتھ۔'' (البقرہ:282)

لین دین کرتے وقت گواہ بنانے اور لکھنے تک پر اسلام زور دیتا ہے اور لکھنے والے کو بھی حکم دیتا ہے کہ وہ عدل سے لکھے کیونکہ کل اسی بنیاد پر فیصلہ ہونا ہے۔ عدل کے قیام کے معاملے میں اسلام اس قدر حساس ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ یہ بھی حکم دیتا ہے کہ:

''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل لوگوں کے سپرد کرو۔'' (النساء:58)

یہ مناصب اور عہدے بھی امانت ہیں، اہل لوگ ان عہدوں پر بیٹھیں گے تو وہ عدل کریں گے، ورنہ لوگوں کے ساتھ ظلم ہوگا، ناانصافی ہوگی اور لوگوں کا حق مارا جائے گا۔ آگے فرمایا:

''اور جب لوگوں کے مابین فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو، بے شک اللہ تمہیں نہایت اچھی نصیحت کرتا ہے، بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔'' (النساء:58)

اگر نااہل لوگ فیصلہ کرنے بیٹھیں گے تو ظلم ہی ہوگا، کسی کی محبت آڑے جائے گی، کسی کی عداوت، کہیں مالی مفاد، کہیں کوئی اور مفاد آڑے آجائے گا۔ پھر یہ کہ قانون سب کے لیے برابر ہو۔ یہ نہیں کہ طاقتور کے لیے اور قانون ہو اور کمزور کے لیے اور۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا مشہور خطبہ ہے جب انہوں نے خلافت کا عہدہ سنبھالا تو فرمایا: ''تمہارا ہر طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے جب تک کہ اس سے حق لے کر کمزور کو نہ دلوا دوں۔ تمہارا ہر کمزور میرے نزدیک طاقتور ہے جب تک کہ اس کو اس کا حق نہ دلوا دوں۔'' اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے عدل پر صرف لیکچر ہی نہیں دیے بلکہ حقیقی معنوں میں عدل قائم کر کے دکھایا۔ لیکن آج اُمتی کیا کر رہے ہیں؟ مشہور جملہ ہے کہ ہم وکیل نہیں کرتے جج ہی کر لیتے ہیں اور اب تو بے چارے ججوں کا بھی معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ انتظار کر رہے ہوتے ہیں کہ اوپر سے فیصلہ آئے گا تو ہم سنائیں گے۔ 50 کروڑ سے کم کی کرپشن نیب کے ریڈار پر نہیں آسکتی، یہ قانون بن گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ غریب آدمی اگر مجبوراً اشارہ توڑ دے تو فوراً جرمانہ ہو جائے گا۔ حکمرانوں، ججوں اور بڑے لوگوں کے لیے بجلی، گیس، پٹرول، سب کچھ فری اور عام لوگوں کو بجلی کے بل تنخواہوں سے زیادہ آرہے ہیں، لوگ پوچھتے ہیں ہم کھانا کھائیں یا بجلی کا بل جمع کروائیں۔

ریاست کی سطح پر عدل

کتنا پیارا اور مشہور جملہ ہے کہ ریاست تو ماں کی طرح ہوتی ہے۔ ماں کے نزدیک تو سارے بچے برابر ہوتے ہیں، تاہم اگر کوئی بچہ معذور یا کمزور ہو تو اس پر ماں کی توجہ زیادہ ہوتی ہے۔ اگر ہمارے حکمران یہ کہتے ہیں کہ ریاست ماں جیسی ہوتی ہے تو پھر ماں کا کردار بھی ادا کرنا چاہیے۔ اس کے نزدیک تمام شہری برابر ہونے چاہئیں اور عدل کا تقاضا یہ ہے کہ جس کا جو حق ہے وہ اس کو ملنا چاہیے۔ انسان کے عقیدے، جان، مال، آبرو اور عقل کی حفاظت: علماء نے شریعت کے 5 مقاصد بیان کیے ہیں۔ ان میں تین باتیں تو بہت معروف ہیں۔ قاتل پر جرم ثابت ہو جائے تو اسے سزائے موت دی جائے تاکہ

پریس ریلیز 8 ستمبر 2023ء

عقیدہ ختم نبوت پر ایمان اور اس کا تحفظ ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے

شجاع الدین شیخ

عقیدہ ختم نبوت پر ایمان اور اس کا تحفظ ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے یوم ختم نبوت کے موقع پر اپنے خصوصی پیغام میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ 7 ستمبر 1974ء کا دن ہماری قومی اور ملی تاریخ میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس دن مسلمانانِ پاکستان کے دیرینہ مطالبہ پر اُس وقت کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو جمہوری اور پارلیمانی بنیادوں پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخ ساز فیصلہ دیا۔ امیر تنظیم نے کہا کہ ہمارے حکمرانوں کو اچھی طرح قادیانیوں اور دیگر غیر مسلموں کے فرق کو سمجھ لینا چاہیے۔ قادیانی ایک خود ساختہ جھوٹے نبی کے پیروکار ہیں اور خود کو اصلی مسلمان قرار دے کر مسلمانوں کے عقیدۂ ختم نبوت پر بدترین ضرب لگاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ 1974ء میں قادیانیوں کے ربوہ اور لاہوری گروپوں کے سربراہان کو پارلیمان کے سامنے اپنے عقائد اور جماعتی مؤقف پیش کرنے کا بھرپور موقع دیا گیا تھا تاکہ وہ اپنے مسلمان ہونے کے دعویٰ کو ثابت کر سکیں۔ لیکن 13 دن کی جرح کے دوران قادیانیوں کے سربراہان اپنے گروہوں کو مسلمانوں کا حصہ ثابت کرنے میں بُری طرح ناکام رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پارلیمان اور عوام الناس کو قادیانیوں کی اصل حقیقت سے آگاہ کرنے کے حوالے سے علماء کرام نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ اُنہوں نے کہا کہ قادیانیوں کے یہود و ہنود کے ساتھ گٹھ جوڑ اور پاکستان دشمن عزائم کسی سے ڈھکے چھپے نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ حکومت قادیانیوں کی سرگرمیوں کو آئینی حدود میں رکھے اور خلاف ورزی کی صورت میں سخت اقدام کرے بصورتِ دیگر عام مسلمانوں کے جوابی ردِ عمل کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اُنہوں نے زور دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے عوام و خواص کو آج اور مستقبل میں ختم نبوت اور ناموسِ رسالت پر پہرہ دینا ہوگا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

جان کے بدلے جان کا عدل کا تقاضا پورا ہو جائے اور آئندہ کے لیے دوسروں کی جان بھی محفوظ ہو جائے۔ اسی طرح چوری اور ڈاکے کی سزا کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کا مال محفوظ ہو جائے۔ زنا اور زنا کی تہمت پر سزا کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی آبرو محفوظ ہو جائے۔ اسی طرح مرتد کی سزا کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کا عقیدہ محفوظ ہو جائے۔ کوئی اگر لوگوں کو مرتد بنانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کے لیے عبرت کا سامان ہو جائے۔ شریعت نے شراب سے منع کیا تاکہ لوگوں کی عقل محفوظ رہے ورنہ شراب پی کر زنا، بے حیائی اور بداخلاقی کے راستے کھلتے ہیں۔ جس سے مزید برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اسی طرح شریعت نے جوئے کو بھی حرام قرار دیا کیونکہ جوا ہار کر بھی انسان اپنے حواس میں نہیں رہتا۔ ریاستی سطح پر یہ ذمہ داری ریاست چلانے والوں کی ہوتی ہے کہ وہ ان پانچ مقاصد شریعہ کو پورا کریں۔ اسی طرح نادار شہریوں کی کفالت بھی ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ فرات کے کنارے کتا بھی بھوکا مر گیا تو عمر سے اس کی پوچھ ہوگی۔ آج ہم اس بات کا ذکر بھی کرتے ہیں اور فخر سے بتاتے ہیں کہ سکینڈے نیوین ممالک میں عمراء کے نام سے قوانین آج بھی نافذ ہیں۔ لیکن کیا ہم بحیثیت مسلمان خود اس کی کوئی مثال پیش کر رہے ہیں؟ ایک بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے ہوئے آپؓ نے دیکھا تو پوچھا کیوں مانگ رہے ہو، کہنے لگا اس قابل نہیں ہوں کہ کما کر جزیہ دے سکوں۔ فرمایا آج سے ریاست تیری کفالت کرے گی۔ اسی طرح آپؓ کے دور میں معذوروں کی کفالت کا پورا ایک نظام موجود تھا۔ بچوں کے لیے وظیفہ مقرر تھا۔ آج ہم اس نظام کو ترس رہے ہیں۔ اسی طرح قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

’’وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکن عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔ اور تمام امور کا انجام تو اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔‘‘ (الحج:41)

نماز کا پورا نظام قائم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اسلامی ریاست میں جمعہ کا خطبہ بھی حکمران یا اس کا کوئی نمائندہ دیتا تھا۔ عید کا خطبہ حکمران دیتا تھا۔ اسی طرح زکوٰۃ کا نظام قائم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے تاکہ غرباء کی معاش بھی چلتی رہے۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔ جس طرح مادی لحاظ سے شہریوں کی کفالت ریاست کی ذمہ داری ہے اسی طرح روحانی کفالت بھی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ انہیں اللہ کا بندہ بنائے، آخرت سنوارنے، دینی تعلیم دلوانے کے سارے انتظامات ریاست کرے گی۔ آیت کے آخری حصہ میں پیغام ہے کہ ان ذمہ داریوں کے حوالے سے ہر کسی نے جواب دینا ہے۔ آج اگر طاقت اور اقتدار کے نشے میں یہ بھولے ہوئے ہیں مگر اللہ کسی چیز کو بھولنے والا نہیں ہے۔

گھر کے سربراہ سے لے کر ریاست کے سربراہ تک ہر ایک کو حساب دینا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ عادل حکمران روز قیامت اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جس کو مسلمانوں کے معاملات میں ذمہ دار بنایا گیا، اس نے اپنے عہدے میں خیانت کی، ظلم کیا، انصاف سے کام نہ لیا تو وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

آج مہنگائی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ لوگ تڑپ اُٹھے ہیں، اوپر سے بجلی کے بل اتنے زیادہ آرہے ہیں کہ لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں، ہارٹ اٹیک ہو رہے ہیں، ایک مسلمان کی جان کتنی قیمتی ہے۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے کعبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: ’’اے کعبہ! تو کس قدر عظمت والا ہے، لیکن اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، ایک مسلمان کی جان اللہ کی نگاہوں میں تجھ سے زیادہ قیمتی ہے۔‘‘ آج حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے مسلمان خودکشیاں کر رہے ہیں، ہمارے ہر حکمران نے آئی ایم ایف سے معاہدے کیے اور ملک کو اس تباہی تک پہنچایا، اس کے ذمہ دار حکمران ہیں۔ ظلم یہ ہے کہ سارا بوجھ بھی غریب عوام پر ڈالا جا رہا ہے اور مسلسل بڑھتا چلا جا رہا ہے جبکہ دوسری طرف اشرافیہ معمولی سا بوجھ اُٹھانے کے لیے بھی تیار نہیں ہے۔ سیاستدان، ججز، جرنیل کوئی بھی یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ ہماری تنخواہ اتنے لاکھ ہے، آج سے ہم اتنے لاکھ کم لیں گے تاکہ کچھ بوجھ بٹایا جا سکے؟ اشرافیہ میں سے کوئی بھی قوم کا درد محسوس کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ جتنا پیسہ اس اشرافیہ نے لوٹا ہے اور ملک سے باہر لے کر گئے ہیں اس کو واپس لانے کا بھی کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ لائے گا کون؟ ہر ادارے کے اندر کرپشن ہے۔ کوئی خوف خدا نہیں ہے۔ اسی کرپشن کی وجہ سے معیشت کا ستیاناس ہو گیا، اسی وجہ سے آج امریکہ کے آگے جھکے پڑے ہیں، آئی ایم ایف کے آگے جھکے پڑے ہیں۔ عوام کو سوچنا چاہیے کہ یہ سب عذاب ہم پر کیونکر نازل ہوئے۔ سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔‘‘ (آیت:124)

حکمرانوں کا بھی قصور ہے، اسٹیبلشمنٹ کا بھی قصور ہے، بیوروکریسی کا بھی قصور ہے لیکن ہم عوام کا بھی اتنا ہی قصور ہے۔ ہم نے یہ ملک اس عہد پر حاصل کیا تھا کہ ہم یہاں قرآن کا نظام نافذ کریں گے۔ مگر 76 سال میں ہم نے اس طرف کوئی پیش قدمی نہیں کی، اپنے وعدے سے انحراف کیا۔ سورۃ الروم میں اللہ فرماتا ہے:

’’خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب سے فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آجائیں۔‘‘ (آیت:41)

اللہ نے اس قوم کو بار بار جھنجھوڑا، زلزلے، سیلاب، طوفان، اجناس کی کمی سے، دشمن کے خوف سے مگر یہ قوم پلٹنے کو تیار نہ ہوئی۔ یہی ہمارا سب سے بڑا جرم اور مسئلہ ہے۔ یہی بات کرتے کرتے ڈاکٹر اسرار احمدؒ دنیا سے چلے گئے۔ اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف پیش قدمی کرنا پوری قوم کی ذمہ داری ہے جو ادا نہیں ہو رہی۔ سود کا نظام چل رہا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ سود نہیں چھوڑتے تو مجھ سے اور میرے رسولؐ سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ کیا اللہ سے جنگ کر کے ہم رحمت کی اُمید رکھ سکتے ہیں؟ لہٰذا جب تک اسلام کی طرف پیش قدمی نہیں کرتے اللہ کی رحمت ہم سے منہ موڑے رہے گی۔ جب تک اللہ کے عادلانہ نظام کے قیام کی جدوجہد نہیں کرتے ہمارے مسئلے حل نہیں ہو سکتے۔ چاہے ہم جتنا بھی زور لگا لیں۔ اب جو یہ مظاہرے شروع ہو گئے ہیں، اللہ کرے کہ پُرامن رہیں، اپنے احتجاج کو ریکارڈ کروائیں، اپنے حق کا مطالبہ رکھیں بالکل صحیح ہے لیکن حکمرانوں کو اور ہمارے مقتدر طبقات کو سوچنا چاہیے کہ اگر یہ بات اور آگے بڑھے گی تو ملک کی سالمیت خطرے میں پڑ جائے گی۔ ملک کو ٹکڑے کرنے کی باتیں تو ہم برسوں سے سنتے چلے آرہے ہیں۔ ان تمام مسائل کا حل صرف ایک ہی ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اس رب کو ناراض کیا ہے تو آج یہ شاخسانے ہمارے سامنے ہیں۔ اس رب کو راضی کرنے کے لیے اس کی کتاب کو تھامنے، اس کے دین کے نفاذ کی جدوجہد اور پیش قدمی کرنے کے سوا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔ اللہ کرے کہ حکمران اس بات کو سمجھ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ کی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

قائداعظم اور لیاقت علی خان کے جانے کے بعد جو اشرافیہ ارض پاک پر مسلط ہو گیا اس نے پاکستان کے معاشی نظام کو اسلامی تصورات کے قریب بھی نہیں جانے دیا۔ اسی کے نتائج آج ہم بھگت رہے ہیں: ایوب بیگ مرزا

عوام کی سطح پر ایک لاوا کافی عرصہ سے پک رہا تھا جواب پھٹنے والا ہے: ڈاکٹر فرید احمد پراچہ

پاکستان کے عوام اس نظام سے مایوس ہو چکے ہیں وہ جان چکے ہیں کہ الیکشن الیکشن کے کھیل سے صرف اشرافیہ ہی کو فائدہ ہوگا: رضاء الحق

بجلی کے بلوں میں ظالمانہ اضافہ اور اشرافیہ کی مراعات کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال : بجلی کے بلوں میں ایک دم بے تحاشا اضافے نے عوام کو سڑکوں پر لا کھڑا کیا ہے۔ جماعت اسلامی نے 2 ستمبر کو اس حوالے سے ملک گیر احتجاج کیا ہے۔ یہ بتائیے کہ بجلی کے بلوں میں اتنا اضافہ کیوں ہو رہا ہے؟

فرید احمد پراچہ : عوام کی سطح پر ایک لاوا کافی عرصہ سے پک رہا تھا جواب پھٹنے والا ہے۔ لوگ مدت سے اس جبر کو برداشت کر رہے ہیں۔ بلوں میں اضافے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہم دنیا میں مہنگی ترین بجلی بنا رہے ہیں، حالانکہ سستی بجلی بنانے کے سارے وسائل ہمارے پاس موجود تھے۔ ہمارے دریا سارا سال بہتے ہیں، کئی ممالک میں یہ سہولت موجود نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس چشمے، ندیاں، نالے وافر مقدار میں موجود ہیں۔ لیکن ہم ان وسائل سے فائدہ نہیں اُٹھا پائے۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس ہوا سے سستی بجلی پیدا کرنے کے وافر مواقع موجود تھے ہم نے ان سے بھی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ اسی طرح سولر پینل سے سستی بجلی ہم پیدا کر سکتے تھے۔ سولر پینل بنانا کونسا مشکل کام ہے لیکن ہم یہ بھی امپورٹ کر رہے ہیں۔ گویا یہاں کسی حکمران نے، کسی حکومت نے اس طرف توجہ نہیں دی اور نہ کوئی پالیسی بنائی کہ یہ بنیادی کام کرنے کے ہیں۔ بجائے اس کے ہمارے حکمرانوں نے مہنگے ترین فیول سے بجلی بنانے کے منصوبے شروع کیے۔ یہاں تک کہ کوئلہ امپورٹ کرکے اس سے ہم بجلی پیدا کر رہے ہیں۔ بنیادی خرابی یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے ملکی مفاد میں پالیسیاں نہیں بنائیں۔ اس کی بنیادی وجہ کرپشن ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں کا ریموٹ کنٹرول باہر ہوتا ہے، وہاں سے جو پالیسیاں آتی ہیں ان پر ہی عمل درآمد کرتے ہیں، ہماری اسمبلیاں خود فیصلہ سازی کرنے سے قاصر ہیں۔ پھر بیرونی قرضوں کی وجہ سے معاشی دباؤ بھی ہے۔ تیسری وجہ ٹیکس ہیں۔ ہم نے محکمہ انکم ٹیکس کی بجائے بجلی کے بلوں کو ٹیکس جمع کرنے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ 16 قسم کے ٹیکس ہمارے بجلی کے بلوں میں شامل ہوتے ہیں۔ کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، کوئی عدالت سوموٹو ایکشن لینے والی نہیں ہے۔ پھر کچھ سلیب بنا دی گئی ہیں کہ تین سو یونٹ تک اتنا ریٹ ہوگا، اس سے ایک یونٹ بھی بڑھ گیا تو ایک دم ہزاروں میں بل بڑھ جائے گا۔ یعنی کوئی نسبت تناسب ہی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ اب انتہائی پیچیدہ مسئلہ بن چکا ہے۔ پھر یہ کہ اشرافیہ جو بجلی چوری کرتی ہے اس کے

مرتب: محمد رفیق چودھری

پیسے بھی غریب عوام سے وصول کیے جاتے ہیں۔

سوال : پورے پاکستان میں جو عوامی غم وغصہ دیکھنے میں آ رہا ہے کیا یہ صرف بجلی بلوں میں اضافے کی وجہ سے ہے یا اس کی کچھ اور بھی وجوہات ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: ایک طبیب نے کہا تھا کہ انسان بعض اوقات کس مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن اسے پتہ نہیں چلتا۔ یہاں تک کہ تیز بخار بتاتا ہے کہ اندر کوئی بیماری ہے۔ یہی حال ہمارے معاشرے کا ہے۔ عوام نے 76 سالوں میں بہت مصائب اور آلام برداشت کر لیے، یہاں تک کہ اب ان کے لیے جسم وجاں کا رشتہ برقرار رکھنا بھی مشکل ہو رہا ہے۔ لہٰذا عوام کا غم وغصہ کسی نہ کسی بہانے سے ظاہر ہو رہا ہے۔ عوام کو اس حال تک پہنچانے میں سب سے بڑا کردار ہمارے حکمرانوں کا ہے۔ انہوں نے عوام کو سہولیات دینے کی بجائے ان سے چھیننے کی روش قائم رکھی۔ مثال کے طور پر چھ سات ماہ پہلے ایک دم شوگر ملز کی طرف سے اشتہارات آنے شروع ہو گئے کہ ہمارے پاس گیارہ لاکھ ٹن چینی فالتو پڑی ہے۔ وزیر خزانہ اسحاق ڈار صاحب کی زیر صدارت ایک اجلاس ہوا، اس میں فیصلہ کیا گیا کہ ڈھائی لاکھ ٹن چینی باہر بھیج دی جائے۔ اس کے بعد پھر چینی کی قلت پیدا ہوئی تو حکومت نے فیصلہ کیا کہ اب ہم چینی کو امپورٹ کریں گے۔ یعنی وہی چینی جو باہر بھیجی گئی دوبارہ مہنگے داموں خرید کر عوام کو مہنگے داموں بیچی گئی۔ زیادہ تر شوگر ملیں حکمران مافیا یا بڑے سیاستدانوں کی ہیں۔ آپ اندازہ کریں کہ پہلے غلط رپورٹ دی گئی، اس کی بنیاد پر چینی ایکسپورٹ کی گئی وہاں سے بھی مافیاز نے بے تحاشا فائدہ اٹھایا، پھر وہی چینی امپورٹ کی گئی تو وہاں سے بھی بے تحاشا فائدہ اُٹھایا۔ یعنی بہت سے طریقوں سے ملک، قوم اور عوام کو لوٹا گیا۔ گزشتہ حکومت نے عوام کو ہیلتھ کارڈ کی سہولت دی تھی وہ بھی چھین لی گئی۔ یہ چیزیں عوام میں مسلسل غصہ پیدا کر رہی ہیں۔ ساری دنیا نے کوئلے کے پلانٹ بند کر دیے تو اس کے بعد ہم نے لگا لیے کیونکہ ہمارے حکمرانوں کا مالی مفاد وابستہ ہے اس لیے مہنگی بجلی پیدا کر رہے ہیں۔ پھر عوام کا حق تھا کہ اپنی مرضی سے اپنے حکمران چنتی لیکن الیکشن نہ کروا کر یہ حق بھی چھین لیا گیا۔ صرف بجلی کے بلوں کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ عوام کا غم وغصہ اس بہانے سے سامنے آ رہا ہے۔ وجوہات بہت ساری ہیں۔ حکومت ڈائریکٹ ٹیکس نہیں لگا رہی کہ جو جتنا کماتا ہے اتنا ہی ٹیکس دے بجائے حکومت نے انڈائریکٹ ٹیکسز کی عوام پر بھرمار کر دی ہے جس کا مطلب ہے کہ سارا بوجھ غریب عوام پر آ گیا ہے۔ بجلی کے بلوں میں extra ٹیکس کے نام سے بھی ٹیکس شامل ہے۔ اب بندہ پوچھے یہ extra ٹیکس کونسا ہوتا ہے؟ جن لوگوں کے پاس ٹی وی نہیں ہے، ریڈیو کوئی نہیں سنتا لیکن بجلی کے بلوں میں اس کا ٹیکس شامل ہے۔ ایسے ایسے مضحکہ خیز طریقے عوام کو لوٹنے کے اختیار کیے جا رہے ہیں۔ میں تو اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ عوام کا یہ غم وغصہ ملک کو انارکی کی طرف نہ لے جائے، فساد کی صورت اختیار نہ کر لے۔

سوال : شدید مہنگائی کے ساتھ ساتھ بجلی اور پٹرول کی

قیمتوں میں بے تحاشا اضافے کی وجہ سے عوام میں جو غم و غصہ اور اضطراب بڑھ رہا ہے، عوام سڑکوں پر نکل چکے ہیں، کہیں حالات سول نافرمانی کی طرف تو نہیں جا رہے؟ خدانخواستہ عرب سپرنگ والا معاملہ تو پاکستان میں نہیں ہونے جا رہا؟

رضاء الحق: اگر ہم پڑوسی ممالک کے ساتھ پاکستان کا موازنہ کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ہم معاشی سطح پر تباہ ہو چکے ہیں۔ بھارت میں فی کس آمدن اس وقت ایک لاکھ 72 ہزار روپے ہے اور بجلی کی قیمت 2.3 روپے فی یونٹ ہے۔ بنگلہ دیش میں فی کس آمدن 45 ہزار روپے ہے اور بجلی 2.25 روپے فی یونٹ مل رہی ہے۔ ایران میں فی کس آمدن 1 لاکھ روپے ہے اور بجلی 8.9 روپے فی یونٹ مل رہی ہے۔ پاکستان میں فی کس آمدن 37 ہزار روپے ہے اور بجلی 53.2 روپے فی یونٹ پڑ رہی ہے۔ یعنی پڑوسی ممالک کی نسبت پاکستان میں جتنی غربت زیادہ ہے اتنی ہی یہاں بجلی بھی مہنگی مل رہی ہے۔ اس کی ذمہ داری ہمارے پالیسی ساز اداروں پر ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں صنعتوں کو قومیا دیا گیا۔ پھر بے نظیر بھٹو کے پہلے دور میں پرائیویٹائزیشن کی پالیسی اپنائی گئی اور بیرونی انوسٹرز کو ایسی پرکشش شرائط پر پاکستان میں بجلی پیدا کرنے کے یونٹس لگانے کی اجازت دی گئی جو کہ کسی صورت میں بھی قومی مفاد میں نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان میں بجلی بہت مہنگی ہوتی گئی۔ اس وقت پاکستان میں بجلی کی ڈیمانڈ 31 ہزار میگاواٹ ہے جبکہ بجلی پیدا کرنے کی capacity اس وقت 43 ہزار میگاواٹ ہے۔ یعنی ڈیمانڈ سے زیادہ capacity ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے بجلی پیدا کرنے والے بیرونی اداروں کو ایک تو ادائیگیاں ڈالرز میں کرنی ہوتی ہیں، اور یہ بھی شرائط ہیں کہ وہ بجلی پیدا کریں نہ کریں ان کو ادائیگیاں ہر صورت میں کرنا پڑیں گی۔ اب ہمارے پاس ڈالر ہوں گے تو بجلی پیدا ہوگی اور پھر جو پیدا ابھی ہو رہی ہے اس میں سے 50 فیصد بجلی ناقص ڈسٹری بیوشن نیٹ ورک کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہے اور صرف 22 ہزار میگاواٹ تصرف میں آتی ہے۔ اسی لیے لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے۔ اگر بجلی پیدا کرنے والے ان مہنگے اور نقصان دہ اداروں کے ساتھ ہم معاہدات ختم کرتے ہیں تو پچھلی حکومتوں نے ایسی شرائط تسلیم کی ہوئی ہیں کہ ہمارے خلاف وہ ادارے عالمی عدالت میں چلے جائیں گے۔ اُلٹا ہمیں لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ لیکن ان معاہدات کو جاری رکھتے ہیں تو پھر بھی نقصان بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اس کا بھی سارا پریشر عوام پر آ رہا ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کی تنخواہوں سے زیادہ بجلی کے بل آ رہے ہیں تو لوگ بے چارے کہاں سے ادا کریں گے۔ سچ پوچھیں تو اب عوام مایوس ہو چکے ہیں اور وہ الیکشن الیکشن کھیلنے کی سیاست سے بھی تنگ آ چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے ٹرن آؤٹ مسلسل کم ہوتا جا رہا ہے۔ عوام کو پتا چل چکا ہے کہ پاکستانی جمہوریت اشرافیہ کے کنٹرول میں ہے۔ وہ ڈیلیور نہیں کرسکتی۔ لہٰذا اب عوام کے پاس صرف اور صرف احتجاج کا راستہ رہ گیا ہے۔ حکومتی پالیسیاں عوامی اضطراب کو مزید بڑھانے کا کام کر رہی ہیں اس کا مطلب ہے کہ بیرونی قوتوں کو بھرپور موقع دیا جا رہا ہے۔ پاکستان

> برطانیہ کے پاس سرکاری پول میں 9 ہزار سے بھی کم گاڑیاں ہیں۔ جبکہ ہماری صرف وفاقی حکومت کے پاس 90 ہزار مہنگی ترین گاڑیاں ہیں۔ 220 ارب روپے عوام صرف اشرافیہ کی ان گاڑیوں کے پٹرول کا بھر رہے ہیں۔

کو توڑنے کی باتیں تو 2008ء سے پہلے ہی شروع ہو چکی تھیں۔ رالف پیٹرز نے امریکی آرمڈ فورسز جرنل میں 2008ء میں پاکستان کے حصے بخرے کرنے کا ایک نقشہ جاری کیا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عرب اسپرنگ کے دوران بھی اسی طرح عوام کے غصے کو استعمال کیا گیا اور کئی ممالک کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ ہمارے حکمرانوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور ابھی سے معاملات کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

سوال: ایک تو مہنگائی میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے عوام مسلسل پستے چلے جا رہے ہیں، حالیہ رپورٹس ظاہر کرتی ہیں کہ غیر معمولی آبادی خط غربت سے نیچے جا چکی ہے۔ دوسری طرف اشرافیہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی، اس کو اتنی مراعات اور یوٹیلیٹیز حاصل ہیں کہ اس کو کوئی پرواہ ہی نہیں ہے چاہے عوام مریں یا جئیں۔ یہ طبقاتی فرق ہمیں کس طرف لے کر جائے گا؟

فرید احمد پراچہ: پاکستان کا آئین بھی یہ کہتا ہے کہ تمام شہریوں کے حقوق برابر ہیں۔ اسلام تو ویسے ہی عدل اور مساوات کا دین ہے۔ نماز میں تمام لوگ ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں چاہے کوئی امیر ہے یا غریب ہے۔ لہٰذا طبقاتی نظام غیر اسلامی بھی ہے، غیر آئینی بھی ہے، غیر اخلاقی بھی ہے۔ لیکن پاکستان میں اشرافیہ نے تمام حدود کو توڑتے ہوئے انتہا درجے کی لوٹ مار کی ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ برطانوی حکومت کے پاس سرکاری پول میں 9 ہزار سے بھی کم گاڑیاں ہیں۔ جبکہ ہماری صرف وفاقی حکومت کے پاس 90 ہزار مہنگی ترین گاڑیاں ہیں۔ 220 ارب روپے عوام صرف اشرافیہ کی ان گاڑیوں کے پٹرول کا بھر رہے ہیں۔ ہم پٹرول ڈالروں میں خرید کر ان ظالموں کو مفت میں دے رہے ہیں صرف عیاشیوں کے لیے۔ 33 کروڑ یونٹ بجلی 16 گریڈ والوں کو مفت دی جا رہی ہے اور 16 گریڈ سے اوپر والوں کو 70 لاکھ یونٹ بجلی مفت دی جا رہی ہے اور اس مد میں عوام 550 ارب روپے اپنی جیبوں سے دے رہے ہیں۔ یہ کس استحقاق کی بنیاد پر اس اشرافیہ کو دیا جا رہا ہے جبکہ یہ لوگ بڑی بڑی تنخواہیں بھی لے رہے ہیں، رشوتیں بھی لے رہے ہیں، مراعات بھی لے رہے ہیں۔ اسی طرح جو بڑے بڑے جاگیردار ہیں، ان کے پاس بیس بیس بڑی بڑی گاڑیاں ہوتی ہیں وہ کوئی ٹیکس نہیں دیتے، زراعت کے نام پر سب کچھ معاف کروا لیتے ہیں اور ان کی عیاشیوں کا خرچہ بھی عوام برداشت کرتے ہیں۔ غریب آدمی بجلی، گیس، پانی اور ہر چیز پر ٹیکس دے رہا ہے۔ یہ ساری چیزیں عوام کے غصے کو بڑھا رہی ہیں۔ جماعت اسلامی نے 2 ستمبر کو ملک گیر احتجاج اور ہڑتال کا اعلان کیا لیکن ہم نے کوشش کی ہجوم اکٹھا نہ ہو کیونکہ حالات ایسے ہیں کہ عوام کے غصے کو شرپسند قوتیں استعمال کر سکتی ہیں۔

سوال: آپ کیا سمجھتے ہیں کہ آپ کے اس ملک گیر احتجاج کی وجہ سے حکمران ظالمانہ فیصلے واپس لینے پر اور عوام کو ریلیف دینے پر مجبور ہو جائیں گے؟

فرید احمد پراچہ: نگران حکومت نے جو پیش کش کی تھی کہ 16 گریڈ سے اوپر والوں کو جو مفت بجلی دی جا رہی ہے اس کو ختم کر دیں یا جن کو زیادہ بل آئے ہیں ان کو قسطوں کی سہولت دے دیں لیکن اب کہا جا رہا ہے کہ اس حوالے سے بھی آئی ایم ایف سے پوچھیں گے۔ جہاں ایسے حکمران ہوں جنہیں ہر کام سے پہلے آئی ایم ایف سے پوچھنا پڑتا ہو تو وہاں کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ جماعت اسلامی نے تو صرف عوام کی آواز بننے کی کوشش کی ہے کہ عوام کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔ لیکن دیکھا جائے تو اس ظلم میں عوام بھی برابر کے شریک ہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (الروم: 41) ''بحر و بر میں فساد رونما ہو چکا ہے لوگوں کے اعمال کے سبب۔''

عوام ہی ایسے لوگوں کو منتخب کر کے اسمبلیوں میں بھیجتے ہیں جو پھر ان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔

سوال: کیا بجلی کے بلوں میں اضافے کی اصل وجہ وہ ظالمانہ معاہدے ہیں جو 1994ء میں ہوئے اور ان کا اختتام

2027ء میں ہوگا یا اس کے علاوہ بھی کوئی وجوہات ہیں؟

رضاء الحق: آئی پی پیز کے ساتھ معاہدوں کا آغاز 1994ء میں ہوا تھا، اس کے بعد 2002ء اور 2015ء میں بھی پاور پالیسیز بنی ہیں، پھر 2019ء میں ان پالیسیز پر نظرثانی کی کوشش کی گئی لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکی۔ 2021ء کی UNDP کی رپورٹ کے مطابق پاکستان پر اشرافیہ کی مراعات کی مد میں 116 ارب ڈالر خرچ کیے گئے۔ آئی پی پی کمپنیوں کا سرکلر ڈیٹا 1.5 سے 2.5 کھرب روپے تک جا پہنچا ہے۔ پھر ہم نے کیپیسٹی چارجز کی مد میں آئی پی پیز کے دو ہزار ارب روپے دینے ہیں۔ اب عوام ایک طرف ہیں اور اشرافیہ دوسری طرف ہے جس میں سیاستدان بھی ہیں، جاگیردار بھی ہیں، سرمایہ دار بھی ہیں، جرنیل بھی ہیں اور ججز بھی ہیں۔ بالکل ایسی ہی جیسے انقلاب فرانس سے قبل ارسٹوکریسی ایک طرف تھی اور عوام دوسری طرف تھے۔ پھر جب عوام نے دیکھا کہ ساری مراعات ارسٹوکریسی کے لیے ہیں تو وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے نتیجہ میں انقلاب فرانس آیا۔ آج پاکستان میں بھی اشرافیہ کے لیے بجلی، گیس، پٹرول سمیت ہر سہولت مفت میں میسر ہے اور دوسری طرف غریب عوام اس کی ادائیگی کر رہے ہیں۔ تیسری طرف آئی ایم ایف کے ساتھ جو چھٹا معاہدہ ہوا ہے اس میں سٹیٹ بینک کو خود مختاری دی گئی۔ اس کے نتیجہ میں بھی پاکستان پر معاشی بوجھ بڑھا ہے، پھر ایسا وقت آنے والا ہے کہ ہمیں سالانہ 23 ارب ڈالر چین کو ادائیگی کرنا ہوگی کیونکہ اس سے بھی قرضہ لیا ہوا ہے، اسی طرح باقی ممالک سے بھی لیا ہوا ہے۔ آئی ایم ایف کے ساتھ معاہدہ میں یہ شرط بھی ہے کہ بجلی کے بلوں میں کوئی سبسڈی عوام کو نہ دی جائے اور وہ نہیں دی جا رہی۔

سوال: کہا جا رہا ہے کہ اس وقت ایران سے یومیہ 13 لاکھ لٹر پٹرول سمگل ہو کر پاکستان آ رہا ہے۔ ہم باقی ممالک سے مہنگا تیل خرید رہے ہیں، ایران سے سستے تیل اور گیس کے معاہدے کیوں نہیں کر لیتے، اس میں کیا رکاوٹ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: 2015ء میں سات پاور پلانٹس ایسے لگے جن کو فی پلانٹ 37 کروڑ روپے دیے گئے۔ بعد والی حکومت نے جب ان معاہدوں پر نظرثانی کے لیے کہا تو ان آئی پی پیز نے کہا ہم عالمی عدالت میں جائیں گے اور آپ پر جرمانہ کروائیں گے لہٰذا جس طرح چل رہے ہیں اسی طرح چلنے دیں۔ اس طرح کے ظالمانہ معاہدے ہماری اشرافیہ نے صرف اپنا کمیشن بنانے کے لیے کئے اور قومی مفاد نہیں دیکھا۔ اشرافیہ کی لوٹ مار کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک ریٹائرڈ جج اتنی ہی پنشن لیتا ہے جتنی ایک حاضر سروس جج لیتا ہے۔ یعنی ایک جج کی تنخواہ اور مراعات 18 لاکھ ہیں تو وہ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی 18 لاکھ پنشن لے گا۔ دوسری طرف ایک عام ملازم کی تنخواہ حاتم طائی کی قبر پر لات مار کر اب 32 ہزار کی گئی ہے جبکہ پرائیویٹ ادارے اب بھی 20، 25 ہزار میں ملازمین رکھ رہے ہیں۔ اسی طرح پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جہاں قومی اسمبلیاں اور صوبائی اسمبلیاں سڑکیں بنواتی ہیں اور گٹر بنواتی ہیں حالانکہ یہ کام بلدیاتی اداروں کے ہوتے ہیں مگر چونکہ اشرافیہ کرپشن، رشوت، کمیشن اور لوٹ مار میں ملوث ہے اس لیے یہ سارے کام ہو رہے ہیں۔ جہاں تک ایران سے معاہدوں کا تعلق ہے تو چونکہ ہماری اشرافیہ امریکہ کے اشاروں پر چلتی ہے اس لیے ایران کے ساتھ معاہدے نہیں ہو رہے۔

> **بجلی کے بلوں میں extra ٹیکس کے نام سے بھی ٹیکس شامل ہے۔ بندہ پوچھے یہ extra ٹیکس کونسا ہوتا ہے؟ پھر ٹی وی، ریڈیو کا ٹیکس ان کے بلوں میں بھی شامل ہے جو یہ چیزیں استعمال ہی نہیں کرتے۔**

رضاء الحق: ایران کے ساتھ 2014ء میں ہمارا جو گیس پائپ لائن کا معاہدہ ہوا تھا اس میں یہ شق بھی شامل تھی کہ 10 سال کے اندر کسی فریق نے اپنے حصے کا کام مکمل نہ کیا تو اس کو 18 ارب ڈالر دوسرے فریق کو ادا کرنے پڑیں گے۔ گویا 2024ء تک پاکستان پر یہ جرمانہ بھی عائد ہو سکتا ہے۔ برکس کی صورتحال بھی سٹریٹجک حوالے سے اہم ہے اس میں پانچ ممالک پہلے ہی شامل تھے۔ 2024ء سے اس میں 6 نئے ممالک بھی شامل ہو جائیں گے جن میں سعودی عرب، ایران، یو اے ای، مصر، ایتھوپیا، ارجنٹائن شامل ہیں۔ یہ ایک بڑی سٹریٹجک گیم ہے۔ روس ایران کے ذریعے سعودی عرب سے trade کا ایک معاہدہ کر چکا ہے، انڈیا 10 لاکھ ٹن تیل روپے میں یو اے ای سے لے رہا ہے۔ پاکستان کو بھی چاہیے کہ وہ گلوبل جیوپولیٹکس کو دیکھتے ہوئے نئے الائنسز کی طرف پیش قدمی کرے۔

سوال: ہم یہاں ترانے بنا رہے ہیں کہ ہم نے دشمن کے بچوں کو پڑھانا ہے اور دوسری طرف دشمن اپنے بچوں کو پڑھا کر چاند پر پہنچ چکا ہے، جبکہ پاکستان کے بچے سکول جاتے ہوئے چیئر لفٹ میں پھنس جاتے ہیں۔ یعنی حالات ہمارے یہ ہیں اور ہم باتیں بڑی بڑی کرتے ہیں، پاکستان نے معاشی بحران سے نکلنے کے لیے بڑی منت سماجت کے بعد IMF سے قرضہ لیا ہے لیکن اس کی کڑی شرائط کا خمیازہ اب عوام بھگت رہے ہیں، کیا آئی ایم ایف سے معاہدہ کر کے ہم مشکلات سے نکل جائیں گے؟

فرید احمد پراچہ: اگر تو ہم قرآن پاک سے پوچھیں تو وہ صاف بتا رہا ہے کہ ہمارے حالات نہیں سدھر سکتے۔ ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ (طٰہٰ:124) ''اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو یقیناً اُس کے لیے ہوگی (دنیا کی) زندگی بہت تنگی والی۔'' اس وقت سود کی صورت میں ہم لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ شروع کر رکھی ہے۔ حکومت پہلے سٹیٹ بینک سے سات آٹھ فیصد سود پر قرض لیتی تھی اب شرح سود 22 فیصد تک پہنچ چکی ہے۔ یعنی ہم معاشی تباہی کی انتہا کو پہنچ چکے ہیں لہٰذا ہم جتنے بھی جتن کر لیں ہمیں کوئی نہیں بچا سکتا جب تک کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ ختم نہیں کرتے، رشوت، کرپشن وغیرہ کا خاتمہ نہیں کرتے۔

سوال: پاکستان کو اس وقت جو چیلنجز درپیش ہیں اس سے نکلنے کا حل کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: قرآن پاک نے خاص طور پر معیشت کے حوالے سے دو بنیادی اصول بتا کر دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ یہ کہ سود اور جوا کی بنیاد پر معیشت حرام ہے اور ارتکاز دولت نہیں ہونی چاہیے۔ پھر یہ کہ ہر حرام سے اجتناب کریں اور سرمایہ داری کی بجائے سرمایہ کاری کو رواج دیا جائے۔ قائداعظم نے سٹیٹ بینک کی افتتاحی تقریب کے موقع پر فرمایا تھا کہ ''مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کر دیے ہیں اور اکثر لوگوں کی یہ رائے ہے کہ مغرب کو اس تباہی سے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے۔ میں اشتیاق اور دلچسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ آپ کی ''مجلس تحقیق'' بینکاری کے ایسے طریقے کیونکر وضع کرتی ہے جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں۔'' لیکن قائداعظم اور لیاقت علی خان کے جانے کے بعد جو اشرافیہ ارض پاک پر مسلط ہوگئی اس نے پاکستان کے معاشی نظام کو اسلامی تصورات کے قریب بھی نہیں جانے دیا۔ اس کے نتائج آج ہم بھگت رہے ہیں۔ اللہ معاف کرے۔ اگر ہم نے یہ راستہ نہ چھوڑا تو ہماری آخرت بھی خراب ہو جائے گی اور دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہوں گے۔

> قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

یہ ملک لیا تھا جو کبھی خون بہا کر!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

قوم اپنے غم غلط کرنے کو موبائل کی اسکرینوں پر آتے مناظر سے دل بہلاتی ہے۔ حقیقت کی دنیا میں بھی بہت سے مناظر، گھروں خاندانوں، ملک وقوم، عالم اسلام اور عالمی سطح پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ جرائم کے مناظر جابجا کیمرے کی آنکھ محفوظ کر لیتی ہے اور پھر وہ وائرل ہو جاتے ہیں۔ انسان پہلا شکر تو یہ ادا کرتا ہے کہ میں محفوظ ہوں!

یہ منظر دیکھیے: ایک سنسان سڑک پر عورت جا رہی ہے۔ اچانک موٹر سائیکل سے ایک ڈاکو وارد ہوتا ہے۔ ایک مزید دوڑتا ہوا قریب سے نمودار ہوتا ہے۔ عورت کو ایک نے مضبوطی سے پکڑا، منہ پر ہاتھ رکھا، دوسرے نے فوری اسے طلائی زیورات سے محروم کیا۔ نقدی، موبائل چھینا۔ لات مار کر زمین پر گرایا اور تھیلا لے کر موٹر سائیکل پر سوار یہ جا وہ جا! یہ منظر دیکھ کر ہمیں آئی ایم ایف کا طریق واردات تازہ ہو گیا۔ بے یار و مددگار عوام زندگی کی سنسان کر دی گئی شاہراہ پر تپتی دوپہر میں بے آسرا چل رہے ہیں۔ حکومت کی مدد سے اچانک حملہ آور ہو کر جمع پونجی سے محروم کر کے لات مار کر زمین پر گرا چھوڑ کر بے رحمی سے اموال سمیٹ کر نکل جانا۔ منہ پر ہاتھ رکھ دینا کہ آواز بھی نہ نکالے۔ منظر نامے میں بھی دکانیں بند اور اردگرد کچرے کا ڈھیر ہے۔

ہمارے ہاں بھی اب یا شٹر ڈاؤن ہڑتالیں، کاروبار سسک رہے ہیں، مندی ہے۔ خریدار کہاں سے آئے جس کی جیب حکومت اور آئی ایم ایف نے مل کر خالی کر دی، پھاڑ ڈالی۔ مراعات یافتہ جج جرنیل افسر شاہی جیسے طبقات پر نوازشات اس لوٹ کے مال کی بندر بانٹ سے مزید بڑھا دی گئی ہیں۔ عوام چاروں شانے چت بجلی، پیٹرول، اشیائے ضروریہ کی لات کھا کر زمین پر ادھ موئے پڑے ہیں۔ نگران وزیراعظم زخموں پر نمک چھڑکتے فرانسیسی شہزادی والی بے نیازی سے فرماتے ہیں کہ مہنگائی اتنی بھی نہیں کہ عوام پہیہ جام ہڑتال کر دیں۔ آپ عوام کو بہلانے، لارے لپے لگانے کو ہماری جیبوں سے ٹھنڈے ٹھار کیے گئے شاندار ماحول میں میٹنگیں کرتے، لنچ ڈنر (بھی ہمارے ٹیکسوں سے) اڑاتے ہیں۔ نکل کر ہمیں ہری جھنڈی دکھا دیتے ہیں کہ ہم آئی ایم ایف کے آگے اف نہیں کر سکتے۔ قطع نظر اس سے کہ حکومت، نگران عبوری ہو یا نام نہاد جمہوری یہ آئی ایم ایف کے مقامی سہولت کار، شراکت کار لٹیرے ہیں۔ عالمی طاقتوں کے کٹھ پتلی گماشتے ہیں۔ ان کا نام اشرف غنی ہو، پرویز اشرف، کاکڑ یا کچھ اور۔ ان کے پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں رہتے ہیں۔ آئی ایم ایف کو ان سبھی کے (حکمرانی میں شریک جج جرنیلوں سمیت) اربوں کے اکاؤنٹ، اللے تللے، عیاشیاں مراعات دکھائی نہیں دیتے۔ عوام کو سستی دال کھاتے دیکھ کر تڑپ اٹھتے ہیں اور اس پر ٹیکس عائد کرواتے ہیں۔ یہ ریموٹ کنٹرول غلامی خوفناک تر ہے جو ہمارے جمعہ بازاروں کے ریٹ طے کرتی ہے۔ ہمارے نظامِ تعلیم سے لے کر فیشن شوز تک کنٹرول کرتی ہے۔ کس کی بولتی کب بند کی جائے گی۔ آواز کا بٹن بھی برطانیہ امریکا سے کنٹرول ہوتا ہے۔

الطاف حسین کی کڑک چمک گرج برس چکی اور پھر یکایک سانپ سونگھ گیا! عوام کٹھ پتلی تماشا دیکھنے پر مامور ہیں۔ دل بہلانے، ولولے بگھارنے کو کرکٹ ٹیموں سے کام لیا جاتا ہے۔ جوانوں کے جذبے کوئی اور راہ نہ دیکھ لیں۔ 'شاہین' کا لقب گیند بلے کی چوکھی پر اکتفا کرے۔ بھارت یہاں بھلے ہار جائے۔ جوان کہیں میدانِ کرکٹ چھوڑ کر میدانِ جہاد کا رخ نہ اختیار کر لیں۔ استعماری تسلط دنیا بھر میں آج بھی 'آن لائن' چل رہا ہے جسے ہم بھگت رہے ہیں۔ مغربی افریقہ میں پے در پے بغاوتیں ہو رہی ہیں۔ اس کے پس پردہ بھی عالمی طاقتوں کا وہاں وسائل کا استحصال اور کٹھ پتلی حکومتوں کے ساتھ مل کر عوام کو بدترین معاشی کسمپرسی کی دلدل میں دھکیلتے چلے جانا ہے۔ مالی، برکینا فاسو اور گنی کے بعد نائیجر اور اب گیبون میں تختے الٹے گئے۔ (نائیجر میں مسلم آبادی 95.51 اور مالی میں 95 فیصد ہے۔ برکینا فاسو میں 63.8 اور گنی میں 46 فیصد ہے۔) نائیجر ایک طرف یورینیم اور معدنی وسائل میں مالا مال ہے، جسے فرانس نائیجر کی حکومتوں سے مل کر لوٹتا رہا ہے۔ گھر فرانس کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن، ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی، کہہ کر عوام بپھر اٹھے۔ کیونکہ نائیجر کی آبادی دنیا میں دبلے پتلے، کمزور اور غریب ترین ہونے میں سر فہرست ہے۔ آئی ایم ایف ہمیں شاید دوسرے نمبر پر لا کھڑا کرنے پر کمربستہ ہے!

ملکی مناظر جہاں ایک طرف بلوں کی چیخ و پکار اور ہڑتالوں کے ہیں، وہاں نگران وزیر اطلاعات پنجاب کی طرف سے تھیٹروں میں فحش رقص و سرود کا سخت نوٹس لینے کی خبر بھی ہے۔ دیر آید درست آید! شاید کچھ کفارہ اسی سے ادا ہو جائے۔ نگران وزیر نے نگرانی کی تو روشن خیالوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ورنہ اب تو عرصہ دراز سے پاکستان میں کوئی چیز بھی بے حیائی، فحاشی کے زمرے میں نہیں آتی۔ فنکارائیں، آرٹسٹ، سیلیبریٹیاں ہوتی ہیں۔ فنونِ لطیفہ جو دین ایمان حیا کو لطیفہ بنا کر تمسخر واستہزا کرنے کا فن ہو چکا۔ رمضان تک میں ایسے پروگراموں کی بھرمار جو ہر قدم شریعت سے متصادم ہوں! چھاپا پڑا تو 10 رقص کی محافل کو غیر معینہ مدت کے لیے بند کیا گیا۔ جب تک تھیٹر یہ عہد نامہ نہ دیں کہ وہ پاکستانی اقدار اور ثقافت واخلاقیات کو ترویج دیں گے۔ حالانکہ جب سرکاری سطح پر آزادیٔ کشمیر پر فلمیں اور رقص تیار کر کے قوم کی نذر کیے جاتے رہے۔ طاؤس و رباب اول و آخر ٹھہرے، تو یہاں اعتراض کیسا؟ کرکٹ کی فتوحات قدر اور ثقافت بن گئیں۔ اس میں چیئر گرلز ناچتی اٹھلاتی، ماڈل گرلز ملکی اسکرینوں پر دکھائی جاتی رہیں تو یہی سب ذرا زیادہ کھل کر تھیٹر میں ہونے لگا۔

نگران صاحب نگرانی پر تل گئے، اس پر سیکولر طبقے نے ناراضی برسائی۔ اسے عوام کی آزادیٔ اظہار پر قدغن قرار دیا جو گورے کے بنائے ڈراما ایکٹ (1876ء) کے تحت ہوا۔ اندازہ کیجیے آج پاکستانی آزاد قوم 1876ء کے گورے حکمرانوں سے زیادہ روشن خیال ہو چکی۔ آزادیٔ اظہار زبان و بیان کی حدیں پھلانگ کر رقاصہ کی آزادیٔ اظہار تک جا پہنچی۔ جسٹس (ریٹائرڈ) بھنڈر نے اسی سلسلے میں سخت مذمتی نوعیت کا فیصلہ 2008ء میں صادر کیا تھا کہ: 'یہ نہایت افسوس ناک ہے کہ اس نوعیت کی سستی تفریح ایک اسلامی ملک میں فراہم کی جائے جہاں لاکھوں دین پسند لوگوں کے جذبات واحساسات مجروح ہوں۔ اسٹیج ڈراما صرف غیر مہذب، غیر شائستہ، اخلاق سے عاری لوگوں کو خوش کرتا ہے۔ پختہ سیرت و کردار کا باعزت انسان یوں بیہودگی، بے حیائی، فحاشی کی نمائش اور

ترویج پسند نہیں کر سکتا......' باوجودیکہ وہ دور روشن خیالوں کے عروج و ترویج کا دور تھا مگر یہ فیصلہ حق گوئی میں روشن خیالوں کے (بندش، چھاپوں جیسے) زخموں پر آج بھی نمک چھڑکتا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ نگران حکومت نے کہیں تو نگرانی ثابت کی!

ایک طرف ہمیں امید کی کرن نظر آتی ہے کہ سروے بتاتے ہیں کہ پاکستان میں تیل گیس کے وافر وسائل موجود ہیں۔ حصول اور پیداوار کے مراحل سے گزرنے کے لیے یہ توجہ، محنت، امانت و دیانت طلب ہیں۔ یہ وہ اوصاف ہیں جو ہمارا نظامِ تعلیم و تربیت پیدا نہیں کرتا! ہمارے پاس کچھ نہ کچھ ٹاٹ کے اسکولوں کے قبل از آزادی دور کے ہنرمند و دردمند موجود تھے جنہوں نے ایٹم بم کا معجزہ کر دکھایا تھا۔ اس پر پھر انہیں قوم سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے پر مجبور کیا گیا۔ اگلی نسل کو سبق مل گیا۔ خبردار! آئندہ ایسی جرأت نہ کرنا۔ کھیلو، کودو، ناچو گاؤ، عشق عاشقی کرلو، ملک گورے کی بھیک پر پلے گا۔ سو اب رونا کیسا؟ ہم آئینہ دکھائیں گے تو شکایت بھی ہوگی اور چبھن بھی۔ افغانستان نے خود کفالت کے لیے محیر العقول کارنامہ کر دکھایا ہے۔ آمو دریا سے نہر نکالی ہے جو تیزی سے مراحل طے کرتی صحرا میں ایشیا کی طویل ترین نہر ہوگی۔ ساری دنیا سے جنگوں میں نبرد آزما ہوتے ملک نے محدود ترین وسائل میں کسی سے ایک پائی قرض، امداد لیے بغیر (امانت و دیانت کے بل پر) یہ کام کر دکھایا ہے۔ حتیٰ کہ کہیں سے تکنیکی مدد، ماہرین، مشیر تک نہ لیے۔ (285 کلو میٹر طویل، 152 میٹر چوڑائی، 8.5 میٹر گہرائی) شمالی افغانستان میں شفاف پانی اُمڈتا دیکھا جا سکتا ہے۔ پچھلی تمام حکومتوں نے افغانستان کی اس دیرینہ ضرورت کو نظر انداز کیے رکھا۔ (ہمارے کالا باغ ڈیم کی مانند) اب پوری دنیا جس حکومت کو تسلیم کرنے سے گریزاں، ان پڑھ گردانتی تحقیر و تمسخر کی نوک پر لیے رہتی ہے، اس حیرت انگیز کارنامے کو دیکھ کر انگلیاں چبا رہی ہے۔

شاندار زبردست تفاصیل کا یہ محل نہیں مگر یہ معجزے سے کم نہیں کہ کس تکنیکی مہارت (افغان انجینئر، افغان کنٹریکٹر، ماہرین تعمیرات و ارضیات) سے پورا پراجیکٹ بھرپور کامیابی اور ولولے سے آگے بڑھ رہا ہے۔ کام کرنے والے حکومتی کارکردگی، پشت پناہی، بروقت اور معقول ادائی کی بھرپور تعریف کرتے ہیں۔ مدرسۂ رسالتؐ سے تعلیم یافتگان (بغیر اعلیٰ مغربی یونیورسٹیوں کی ڈگریوں کے) ملک اور عوام کی ترقی و خوشحالی میں دن رات جتے ہوئے ہیں۔ معیشت (سود سے پاک)، ورلڈ بینک کے مطابق مستحکم ہے۔ ڈالر کمزور افغانی مضبوط ہے۔ مہنگائی کی شرح قابو میں ہے۔ اشیائے ضروریہ کے کارخانے خاموشی سے لگ رہے ہیں۔ بڑھک بازی نہیں ہے۔ ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز کا منظر ہے۔ ہمارے ہاں نہ محمود نمازی ہے نہ ایاز۔ دونوں کرپشن کی صف میں کھڑے ہیں۔ سو بے برکتی تو ہوگی۔ سبق سیکھنے کو بہت کچھ ہے!

وارئے عقل ہیں اہلِ جنوں کی تدبیریں!

۞۞۞

ضرورت رشتہ

☆ لاہور شہر میں مقیم سینئر رفیق تنظیم اسلامی، ریٹائرڈ گزیٹڈ گورنمنٹ آفیسر کو اپنی بیٹی تعلیم ایم فل (پولیٹیکل سائنس)، عمر 27 سال، قد "5'.5، شرعی پردہ اور دینی تعلیمات پر کاربند کے لیے دینی مزاج کے حامل، ہم پلہ، اعلیٰ تعلیم یافتہ، برسر روزگار نوجوان کا رشتہ مطلوب ہے۔ برائے رابطہ: 0334-9751067

☆ لاہور میں رہائش پذیر تنظیم اسلامی کے ملتزم رفیق کو اپنے بھائی، عمر 26 سال، تعلیم بی سی ایس، خوش شکل، برسر روزگار کے لیے قرآنی تعلیم سے آراستہ، باحجاب لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-4545604

☆ فرانس میں مقیم رفیق تنظیم، عمر 33 سال، پاکستان میں تعلق لالہ موسیٰ سے ہے، کے لیے دیندار گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: Whatsapp: +33695841847

Email: malikmohsin987@gmail.com

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(24 تا 30 اگست 2023ء)

جمعرات (24-اگست) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔ شام کو کراچی میں تکمیل قرآن کی ایک تقریب میں شرکت کی اور گفتگو فرمائی۔

جمعہ (25-اگست) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ شام کو مفتی نجیب صاحب کے گھر کھانے پر وفاقی وزیر مذہبی امور، انیق احمد صاحب سے علماء کرام کی ایک ملاقات میں شرکت کی۔

ہفتہ (26-اگست) کی صبح لاہور آنا ہوا۔ صبح 10 بجے قرآن آڈیٹوریم میں مقامی تنظیم گارڈن ٹاؤن لاہور کے تحت ''بقائے پاکستان: نفاذِ عدلِ اسلام'' مہم کے حوالے سے کلیۃ القرآن کے طلبہ، اساتذہ اور دیگر احباب سے گفتگو کی جس میں سوال و جواب کا بھی اہتمام تھا۔ شام کو نائب ناظم اعلیٰ پرویز اقبال صاحب کے ہمراہ سیالکوٹ روانگی ہوئی۔ وہاں ٹیولپ مارکی، ایمن آباد روڈ پر ''موجودہ حالات میں پاکستان کے مسائل کا حل'' کے موضوع کے حوالے سے مغرب تا عشاء اجتماع عمومی سے خطاب کیا۔ رات گئے لاہور واپسی ہوئی۔

اتوار (27-اگست) کو الحمراء ہال میں مرکزی انجمن کے تحت منعقدہ سیمینار میں شرکت کی اور صدارتی خطاب کیا۔ وہاں سے فراغت کے بعد رات کو کراچی روانگی ہوئی۔

سوموار تا بدھ (28 تا 30-اگست) کراچی میں معمول کی مصروفیات رہیں۔ گذشتہ رات لاہور آنا ہوا۔ مرکز آتے ہوئے طاہر سلیم صاحب کی انڈس ہسپتال جا کر عیادت کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد صحتیاب فرمائے! آمین۔

نائب امیر سے آن لائن رابطہ رہا۔

تاریخ کی بدترین نسل کشی

مرسلہ: محمد حامد حسن

حکم ہوا تمام مردوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا جائے۔ فوجی شہر کے کونے کونے میں پھیل گئے۔ ماؤں کی گود سے دودھ پیتے بچے چھین لیے گئے۔ بسوں پر سوار شہر چھوڑ کر جانے والے مردوں اور لڑکوں کو زبردستی نیچے اتار لیا گیا۔ لاٹھی ہانکتے‘ کھانستے بزرگوں کو بھی نہ چھوڑا گیا۔ سب مردوں کو اکٹھا کر کے شہر سے باہر ایک میدان کی جانب ہانکا جانے لگا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ تھے۔ عورتیں چلا رہی تھیں۔ گڑگڑا رہی تھیں۔ ادھر اعلانات ہو رہے تھے: ”گھبرائیں نہیں‘ کسی کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ جو شہر سے باہر جانا چاہے گا‘ اسے بحفاظت جانے دیا جائے گا۔“

زار و قطار روتی خواتین اقوامِ متحدہ کے اُن فوجیوں کی طرف التجائیہ نظروں سے دیکھ رہی تھیں جن کی جانب سے دعویٰ کیا گیا تھا کہ شہر محفوظ ہاتھوں میں ہے لیکن وہ سب تماشائی بنے کھڑے تھے۔ شہر سے باہر ایک وسیع و عریض میدان میں ہر طرف انسانوں کے سر نظر آتے تھے۔ گھٹنوں کے بل سر جھکائے زمین پر ہاتھ ٹکائے انسان جو اس وقت بھیڑوں کا بہت بڑا ریوڑ معلوم ہوتے تھے۔ دس ہزار سے زائد انسانوں سے میدان بھر چکا تھا۔

ایک طرف سے آواز آئی: فائر! سینکڑوں بندوقیں بیک وقت گونجیں لیکن اس کے مقابلے میں انسانی چیخوں کی آواز اتنی بلند تھی کہ ہزاروں گولیوں کی تڑتڑاہٹ بھی دب کر رہ گئی۔ ایک قیامت تھی جو برپا ہوگئی۔ ماؤں کی گودیں اجڑ رہی تھیں۔ بیویاں آنکھوں کے سامنے اپنے سروں کے تاج تڑپتے دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھیں۔ سینکڑوں ایکڑ پر محیط میدان میں خون‘ انسانی اعضاء کے چیتھڑوں اور نیم مردہ کراہتے انسانوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ شیطان کا خونی رقص جاری تھا اور انسانیت دم توڑ رہی تھی۔ ان سسکتے وجودوں کا ایک ہی قصور تھا کہ یہ کلمہ گو مسلمان تھے۔ اس روز اسی سالہ بوڑھوں نے اپنے بیٹوں اور معصوم پوتوں کی لاشوں کو تڑپتے دیکھا۔ بے شمار ایسے تھے جن کی روح شدتِ غم سے ہی پرواز کر گئی۔

شیطان کا یہ خونی رقص تھا تو ہزاروں لاشوں کو ٹھکانے لگانے کے لیے مشینیں منگوائی گئیں۔ بڑے بڑے گڑھے کھود کر پانچ پانچ سو ہزار ہزار لاشوں کو ایک ہی گڑھے میں پھینک کر اسے مٹی سے بھر دیا گیا۔ لاشوں کے اس ڈھیر میں کچھ نیم مردہ سسکتے اور کچھ فائرنگ کی زد سے بچ جانے والے زندہ انسان بھی تھے۔ لاشیں اتنی تھیں کہ مشینیں کم پڑ گئیں۔ بے شمار لاشوں کو یوں ہی کھلا چھوڑ دیا گیا اور پھر رُخ کیا گیا غم سے نڈھال ان مسلمان عورتوں کی جانب جو میدان کے چہار جانب ایک دوسرے کے قدموں سے لپٹی رو رہی تھیں۔ ایسے میں انسانیت کا وہ عریاں رقص شروع ہوا کہ درندے بھی دیکھ لیتے تو شرم سے پانی پانی ہو جاتے۔ شدتِ غم سے بے ہوش ہو جانے والی عورتوں کا بھی ریپ کیا گیا۔ خون اور جنس کی بھوک مٹانے کے بعد بھی چین نہ آیا۔ چنانچہ اگلے کئی ہفتوں تک بھی پورے شہر پر موت کا پہرہ طاری رہا۔ اقوامِ متحدہ کے پناہ گزین کیمپوں سے بھی ہزاروں لوگوں کو نکال نکال کر گولیوں سے بھون دیا گیا اور عورتوں کی عصمت دری کی جاتی رہی۔ دس بارہ سال کی بچیوں سے لے کر ضعیف العمر خواتین تک کی آبرو ریزی کی گئی۔ محض دو دن میں پچاس ہزار نہتے مسلمان زندہ وجود سے مردہ لاش بنا دیے گئے۔

یہ تاریخ کی بدترین نسل کشی تھی۔ ظلم و بربریت کی یہ کہانی سینکڑوں ہزاروں سال پرانی نہیں‘ نہ ہی اس کا تعلق وحشی قبائل یا دورِ جاہلیت سے ہے۔ یہ 1995ء کی بات ہے جب دنیا اپنے آپ کو خودساختہ مہذب مقام پر فائز کیے بیٹھی تھی۔ مقام کوئی پس ماندہ افریقی ملک نہیں بلکہ یورپ کا جدید قصبہ سربرینیکا تھا۔ یہ واقعہ اقوامِ متحدہ کی نام نہاد امن فورسز کے عین سامنے بلکہ ان کی پشت پناہی میں پیش آیا۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ مبالغہ آرائی ہے تو اقوامِ متحدہ کے سابق سیکرٹری جنرل کوفی عنان کا بیان پڑھ لیجیے جس نے کہا تھا کہ یہ قتل عام اقوامِ متحدہ کے چہرے پر ایک بدنما داغ کی طرح ہمیشہ رہے گا۔

نوے کی دہائی میں یوگوسلاویہ ٹوٹنے کے بعد بوسنیا کے مسلمانوں نے ریفرنڈم کے ذریعے سے اپنے الگ وطن کے قیام کا اعلان کیا۔ بوسنیا ہرزیگوینا کے نام سے قائم اس ریاست میں مسلمان اکثریت میں تھے‘ جو ترکوں کے دورِ عثمانی میں مسلمان ہوئے تھے اور صدیوں سے یہاں آباد تھے۔ یہاں مقیم سرب اس الگ ریاست سے خوش نہ تھے۔ انہوں نے سربیا کی افواج کی مدد سے بغاوت کی۔ اس دوران میں بوسنیا کے شہر سربرینیکا کا سرب افواج نے محاصرہ کر لیا‘ جو کئی سال تک جاری رہا۔

اقوامِ متحدہ کی امن افواج کی تعیناتی کے ساتھ ہی باقاعدہ اعلان کیا گیا کہ اب یہ علاقہ محفوظ ہے‘ لیکن یہ اعلان محض ایک جھانسا ثابت ہوا۔ کچھ ہی روز بعد سرب افواج نے جنرل ملاڈچ کی سربراہی میں شہر پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کی نسل کشی کا وہ انسانیت سوز سلسلہ شروع کیا جس پر تاریخ آج بھی شرمندہ ہے۔ اس دوران نیٹو افواج نے مجرمانہ خاموشی اختیار کیے رکھی۔ شاید اس لیے کہ معاملہ مسلمانوں کا تھا!

اگست 1995ء سے اگست 2023ء تک اٹھائیس سال گزر گئے۔ آج بھی مہذب دنیا اس داغ کو دھونے میں ناکام ہے۔ یہ انسانی تاریخ کا واحد واقعہ ہے جس میں مرنے والوں کی تدفین آج تک جاری ہے۔ آج بھی سربرینیکا کے گرد و نواح سے کسی نہ کسی انسان کی بوسیدہ ہڈیاں ملتی ہیں تو انہیں اہلِ علاقہ دفناتے نظر آتے ہیں۔ جگہ جگہ قطار اندر قطار کھڑے پتھر اس بات کی علامت ہیں کہ یہاں وہ لوگ دفن ہیں جن کی اور کوئی شناخت نہیں ماسوائے اس کے کہ وہ مسلمان تھے۔ اگرچہ بعد میں دنیا نے سرب افواج کی جانب سے بوسنیائی مسلمانوں کی اس نسل کشی میں اقوامِ متحدہ کی غفلت اور نیٹو کے مجرمانہ کردار کو تسلیم کر لیا‘ کیس بھی چلے‘ معافیاں بھی مانگی گئیں مگر ع

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا!

اب تو یہ واقعہ آہستہ آہستہ یادوں سے بھی محو ہوتا جا رہا ہے۔ دنیا کو جنگِ عظیم‘ سرد جنگ اور یہودیوں پر ہٹلر کے جرائم تو یاد ہیں لیکن مسلمانوں کا قتل عام یاد نہیں۔ غیروں سے کیا گلہ‘ ہم میں سے کتنوں کو معلوم ہے کہ ایسا کوئی واقعہ ہوا بھی تھا؟ پچاس ہزار مردوں اور بچوں کا قتل اتنی آسانی سے بھلا دیا جائے! یہ وہ خون آلود تاریخ ہے

جسے ہمیں بار بار دنیا کو سنانا ہوگا۔

جس طرح نائن الیون اور دیگر واقعات کو ایک گردان بنا کر رٹایا جاتا ہے' بعینہٖ ہمیں بھی یاد دلاتے رہنا ہوگا۔ نام نہاد مہذب معاشروں کو ان کا اصل چہرہ دکھاتے رہنا ہوگا۔ اپنے دوستوں کو روزانہ پھول ضرور بھیجیں مگر خدارا ایسی تحریریں بھی ارسال کریں جن سے ہمارے ایمان اور عمل میں اضافہ ہوتا ہو۔ اس واقعے میں ہمارے لیے ایک اور بہت بڑا سبق یہ بھی ہے کہ کبھی اپنے تحفظ کے لیے اغیار پر بھروسا نہ کرو' کیونکہ اپنی جنگیں اپنے ہی زورِ بازو سے لڑی جاتی ہیں۔ ۞۞۞

دعائے صحت کی اپیل

☆ امیر حلقہ پنجاب جنوبی جناب مرزا قمر رئیس بیگ کی خالہ محترمہ علیل ہیں۔

برائے بیمار پرسی: 0321-6303691

☆ تنظیم اسلامی نیوملتان کے ملتزم رفیق محمد عرفان بٹ کو دل کا دورہ پڑا ہے اور زیر علاج ہیں۔

برائے بیمار پرسی: 0300-0060313

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن

☆ حلقہ کراچی وسطی، رضوان سوسائٹی کے رفیق جناب محسن علی معروف وفات پا گئے۔

☆ شعبہ تعلیم وتربیت کے معاون سجاد سرور کی پھوپھی وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0308-7253930

☆ حلقہ ملاکنڈ، تیمرگرہ کے مبتدی رفیق کفایت اللہ کے سسر وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0344-4446899

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

گوشۂ انسدادِ سود

(گزشتہ سے پیوستہ)

گزشتہ اقساط میں پیش کیے گئے تاریخی حقائق کو سامنے رکھا جائے تو چند اہم سوالات بلکہ اشکالات سر اٹھاتے ہیں:

1) سب سے پہلا اشکال یہ ہے کہ ''نظر ثانی'' اور ''اپیل'' میں ایک بنیادی فرق ہوتا ہے۔ اپیل میں نئے سوالات کی محدود حد تک پذیرائی ہو سکتی ہے مگر نظر ثانی میں نئے سوالات نہیں اٹھائے جا سکتے۔ آخر کیا وجہ تھی کہ 2001ء میں عدالت نے نہ صرف نئے سوالات اٹھانے دیے بلکہ اُن نئے سوالات کی بنیاد پر وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپیلیٹ بینچ کے فیصلوں کو بھی ردّ کر دیا؟

2) جون 2002ء فیصلے کا سب سے نمایاں وصف بلکہ نقص یہ ہے کہ اس بینچ کے جج صاحبان نے وہ وجوہات بیان ہی نہیں کیں جن کی بنیاد پر وہ اتنے اہم اور دُور رس فیصلوں کو کالعدم قرار دے رہے تھے۔ فیصلے میں صرف وہ بحثیں نقل کی گئیں ہیں کہ فلاں وکیل نے یہ کہا اور فلاں نے یہ۔ اور جن وکلاء کے دلائل نقل کیے گئے ہیں وہ بھی صرف وہ ہیں کہ جنہوں نے سابقہ فیصلے کے خلاف دلائل دیے۔ دوسری طرف کے وکلاء کی بحثوں اور دلائل کو قابل ذکر ہی خیال نہیں کیا گیا۔ اسی طرح نہ تو دلائل کو پرکھا گیا اور نہ ہی انہیں یکجا کر کے بتایا گیا کہ یہ یہ وجوہات ہیں کہ جن کی بنیاد پر نظر ثانی کی جا رہی ہے اور یہ یہ وجوہات ہیں کہ جن کی بنا پر سابقہ فیصلوں کو کالعدم قرار دینا ناگزیر قرار پاتا ہے۔ کیا اس طرح سے دیے گئے فیصلے کا کوئی تقدس باقی رہ جاتا ہے؟

3) نظر ثانی کی سماعت کرنے والے فاضل اراکین بینچ (جو PCO پر بھی حلف اُٹھائے ہوئے تھے) کی اہلیت' نیک نامی اور علمی مرتبہ 1999 کے شریعت اپیلیٹ بینچ میں شامل فاضل ججز کے مقابلے میں کہیں کم نظر آتا ہے۔ عوامی رائے کے مطابق 2001ء بینچ کسی بھی اعتبار سے سابقہ بینچ کے پاسنگ بھی نہیں تھا۔ اس کے باوجود موجودہ بینچ اخلاقی وقانونی norms کو بائی پاس کرتے ہوئے سابقہ دونوں عدالتوں کے فیصلوں کو کالعدم قرار دے رہا ہے..... ' گویا نظر ثانی کی PCO عدالت شاید سپریم کورٹ کی آزاد عدالت سے بھی بالاتر کوئی عدالت تھی؟ آخر ایسا کیوں ہوا؟

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 503 دن گزر چکے!

رفقاء متوجہ ہوں ان شاءاللہ

بمقام ''دفتر تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب پوٹھوہار عقب شیل پٹرول پمپ نیو بہگام جی ٹی روڈ گوجرخان'' میں

29 ستمبر تا یکم اکتوبر 2023ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور (معاشی سطح پر) ☆ نجات کی راہ، سورۃ العصر کی روشنی میں

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0311-5030220 /051-3510334

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

خود انحصاری

مولانا محمد آصف اقبال

دینِ اسلام ہمیں خود انحصاری یعنی اپنی ضروریات خود اپنی محنت سے پوری کرنے کا درس دیتا ہے اور دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے سے منع کرتا ہے۔

ہمیں اپنی غریبی و مفلسی کا رونا رونے کے بجائے خود پر انحصار کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر، اپنی قابلیت کا بھرپور استعمال کر کے، سخت محنت و مشقت برداشت کرتے ہوئے حلال مال کا حصول ممکن بنانا چاہیے، تاکہ ہم اپنے مستقبل کو روشن و تابناک بنا سکیں۔ اس کے لیے کوئی چھوٹا سا کاروبار کرلیں۔

ترقی کرنی ہے تو کسی ملازمت کو عارمت سمجھیں یا کوئی ہنر سیکھ کر اس سے فائدہ اٹھائیں۔ مختلف مہارتیں سیکھیں۔ انٹرنیٹ کی دنیا میں جائز طریقوں سے پیسا کمائیں۔

یوں بھی کر سکتے ہیں کہ بچت کے راستوں سے کچھ مناسب رقم جمع کر کے پارٹ ٹائم کوئی مختصر اور چھوٹا کام شروع کرلیں۔ مطلب یہ ہے کہ خود انحصاری کو ترجیح دینی ہے تاکہ محنت و مشقت کی عادت پڑے، اگر آپ طالب علم یا نوجوان ہیں تو محض والدین کی کمائی پر نہ رہیں یا ان پر بوجھ نہ بنیں بلکہ خود انحصاری کو شعار بنائیں۔

خود انحصاری کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ہم قناعت سے کام لیں، اپنے پاس دستیاب وسائل پر انحصار کریں، اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائیں۔ آمدن اور خرچ میں توازن قائم رکھیں، اگر ہم یہ کرنے میں کامیاب ہوگئے تو اس کے کثیر فوائد و منافع چاروں طرف سے ہمارا رُخ کرلیں گے، جس کی برکت سے ہماری روزمرہ مشکلات قابو میں آجائیں گی اور زندگی آسان ہوجائے گی۔ ان شاء اللہ

خود انحصاری کے تقاضے:

☆ اپنے ربِ کریم پر بھروسا رکھیں۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا اپنے پروردگار پر توکل مضبوط تر ہونا چاہیے اور دل میں یہ بات پختہ کرلیں کہ ہمارے پاس محدود وسائل میں برکت دینے والی ذات اُسی ربِ ذوالجلال کی ہے۔ وہی ذرّے کو آفتاب کرتا ہے۔ بے وقعت کو رشکِ قمر بناتا ہے۔ دانے کو درخت میں بدل دیتا ہے۔ عام دھات کو سونا بنا دیتا ہے۔ سیپ کے اندر داخل ہونے والے بارش کے قطرے کو موتی سے بدل دیتا ہے۔ الغرض ساری طاقت و قدرت اُسی کے قبضہ و اختیار میں ہے، لہٰذا خود انحصاری میں پہلا کام اللہ پاک پر بھروسا ہے۔

☆ خود انحصاری تب ہی فائدہ مند ہوگی جب ہم اپنا کام پوری ذمے داری کے ساتھ انجام دیں گے اور اس کے لیے وقت کا استعمال عقل مندی کے ساتھ ہو۔ فارغ وقت کو قابلِ استعمال بنایا جائے اور مزید ایسے طریقے تلاش کیے جائیں جن سے اپنے کام میں بہتری و ترقی آئے۔

☆ مشکلات سے گھبرانے کے بجائے اُن کا حل ڈھونڈیں۔ پیش آنے والی تکلیفوں اور مصیبتوں کو مختلف طریقوں سے دُور یا ختم کرنے کی بھرپور کوشش کریں، اگر خود مسئلہ حل کرنے میں کامیاب نہ ہوں یا درست سمت سوچ نہ سکیں تو کسی مخلص و خوفِ خدا رکھنے والے سے مشورہ کرلیں۔

قرآن پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال ہماری راہ نمائی کرتی ہے کہ قحط کے سات برسوں سے گھبراہٹ کا شکار نہیں ہوئے بلکہ اپنی فہم و فراست اور خود انحصاری کو بُروئے کار لاتے ہوئے اس پریشانی کا بہترین و بے مثال حل نکال لیا۔

☆ خود انحصاری کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اُخراجات پر قابو رکھیں تاکہ زندگی خوش حال اور پُرسکون رہے۔ اگر خرچ کو منظم انداز میں نہ چلایا جائے، بچت پر توجہ نہ دی جائے تو بے سکونی، بے اطمینانی، بے برکتی، شکوہ و شکایت، گھریلو جھگڑے اور ذہنی الجھن جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مفتی احمد یار خانؒ فرماتے ہیں: ''خوشحالی کا دارومدار دو چیزوں پر ہے، کمانا اور خرچ کرنا۔ مگر ان دونوں میں خرچ کرنا بہت ہی کمال ہے۔ کمانا سب جانتے ہیں خرچ کرنا کوئی کوئی جانتا ہے، جسے خرچ کرنے کا سلیقہ آ گیا وہ ان شاء اللہ ہمیشہ خوش رہے گا۔''

آج ہم محض دکھاوے کے شوق یا دوسروں سے آگے بڑھنے کی خواہش یا جھوٹی خوشیوں کی خاطر اپنے بجٹ کا زیادہ تر حصہ کبھی فیشن کے نام پر، کبھی مہنگے ریستوران میں کھانا کھا کر، کبھی نئے موبائل، نئی سواری اور نئے فرنیچر کی وجہ سے، کبھی بلاضرورت گھر کی تزئین و آرائش کر کے اور کبھی تقریبات میں نت نئے ملبوسات و جیولری کے نام پر خرچ کر ڈالتے ہیں اور پھر نت نئے مسائل کا شکار ہوتے اور لوگوں سے ادھار مانگتے نظر آتے ہیں۔

☆ اپنی تعلیم میں اضافہ کریں۔ غور و فکر اور دل جمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کریں۔ ممکن ہو تو مختلف کورسز اور ڈپلومے کریں۔ کتابوں اور کامیاب لوگوں سے ترقی کرنے، آگے بڑھنے کے طریقے سیکھیں کیونکہ بسا اوقات مسائل کا حل تجربہ و مہارت نیز مضبوط یا مزید تعلیم میں ہوتا ہے، جتنا زیادہ یا پختہ علم ہوگا اور جتنا تجربہ و مہارت ہوگی اتنی ہی آپ کو ترجیح دی جائے گی۔ الغرض آپ کے پاس قابلِ فروخت مہارت ہونی چاہیے۔

☆ دیانتداری، امانت داری اور ایمان داری ہر وقت اور ہر جگہ پیشِ نظر رکھیں۔ مال و دولت دیکھ کر بے ایمانی و خیانت نہ کریں۔ مشکل وقت میں بھی ہمارے اخلاقیات پر حرف نہ آئے۔ ہمارے معیار اور حوصلے میں کمی نہیں آنی چاہیے۔ اللہ ربّ العزت ہمیں خود انحصاری، قناعت، توکل اور دیانتداری کی دولت سے نوازے۔ آمین یارب العالمین!

❁❁❁

اقوالِ زریں

❁ کسی انسان کی خوبی دیکھو تو اسے بیان کرو لیکن اگر خامی دیکھو تو وہاں تمہاری خوبی کا امتحان ہے۔

❁ جب تک تیرا غرور اور غصہ باقی ہے اپنے آپ کو نیک لوگوں میں شمار مت کر۔

❁ سب کچھ کھونے کے بعد اگر آپ کے اندر حوصلہ باقی ہے تو سمجھ لیجیے کہ ابھی آپ نے کچھ نہیں کھویا۔

اسلام آباد میں ''بقائے پاکستان، نفاذ عدل اسلامی'' کے عنوان کے تحت سیمینار

تنظیم اسلامی حلقہ اسلام آباد اور شمالی پنجاب کے زیر اہتمام ''بقائے پاکستان، نفاذ عدل اسلام'' کے عنوان کے تحت اسلام آباد میں ایک قومی سیمینار منعقد ہوا۔ سیمینار شام پانچ بجے سے لے کر رات ساڑھے آٹھ بجے تک جاری رہا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب عامر نوید نے انجام دیئے۔ اس موقع پر تنظیم اسلامی حلقہ اسلام آباد کے امیر ڈاکٹر ضمیر اختر خان نے اپنے افتتاحی کلمات میں واضح کیا کہ اللہ کے عذاب کا پہلا کوڑا ہم پر سقوط ڈھاکہ کی شکل میں برسا لیکن آج بھی اگر ہم اسلام کے نام پر حاصل کیے جانے والے اس ملک میں ایک صالح اور عادلانہ معاشرہ تشکیل دینے میں ناکام ہو گئے تو اس ملک کی بقا کو سنگین خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ وطن عزیز کو موجودہ سیاسی اور مالی بحرانوں سے نکالنے اور اس کی سالمیت اور بقا کا واحد حل اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ میں ہی مضمر ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے سیکرٹری، مشہور عالم دین اور محقق ڈاکٹر اکرام الحق نے کہا کہ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم ابھی تک بحیثیت قوم اپنے لیے کسی سمت کا تعین نہیں کر سکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس ملک میں عدل اجتماعی کے قیام کے لیے سیرتِ نبویؐ سے راہنمائی حاصل کرنی ہوگی اور دیکھنا پڑے گا کہ حضور ﷺ نے کن کن مراحل سے گزر کر اس معاشرے کی بنیاد رکھ دی جس نے دنیا کو عدل و انصاف کا مفہوم سمجھایا۔ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کی تعلیمات ہمارے لیے مشعل راہ اور سرچشمہ ہدایت ہیں۔

فیصل آباد سے خصوصی طور پر اس سیمینار میں شرکت کے لیے آنے والے ڈاکٹر عبدالسمیع نے اپنے صدارتی خطبے میں تجویز پیش کی کہ یہ سب کچھ صرف اس وقت ممکن ہے جب نچلی سطح پر افراد کی تربیت کا بھرپور انتظام ہو۔ جب تک عوام میں اس فرسودہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا بھرپور احساس نہیں ہوگا، محض علامتی ہڑتالوں اور جلسے جلوس کرنے سے عدل اجتماعی کا قیام ممکن نہیں۔

مشہور عالم دین مفتی محمد طفیل انجم نے کہا کہ آج سے تقریباً پون صدی پہلے اس ملک کے قیام کے لیے لاکھوں لوگوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے، دنیا کی تاریخ کی سب سے بڑی ہجرت کی اور اپنا گھر بار چھوڑا۔ انہوں نے کہا حیرت کی بات ہے کہ آج 76 سال بعد بھی ہم لا الہ الا اللہ کے نام پر بنے اس ملک میں پاکستان کا مطلب کیا، کا مفہوم نہیں سمجھ سکے ہیں۔ انہوں نے سوال اٹھایا کہ قوم کے ان 76 سالوں کا جواب کون دے گا۔

مشہور صحافی، اینکر پرسن اور ریڈیو پاکستان اسلام آباد کے مذہبی امور کے منیجر میاں ثناء اللہ نے کہا کہ تمام نبیوں کی بعثت کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ وہ اللہ کی زمین پر ایک عادلانہ نظام قائم کریں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب اس قوم نے وقت کے نبی کی بات نہیں مانی وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔ انہوں نے علمائے دین اور خصوصی طور پر مذہبی جماعتوں پر زور دیتے ہوئے کہا کہ وہ سارے مل کر اس ملک میں ریاست مدینہ کی طرز پر ایک صالح معاشرے کی تشکیل میں اپنا حصہ ڈالیں۔

مولانا خان بہادر نے مسلمانوں کے غیرت ایمانی کو للکارتے ہوئے کہا کہ ہم بجلی اور پٹرول کے بڑھتے نرخ پر احتجاج کے لیے سڑکوں پر تو آتے ہیں لیکن آج اس ملک میں اللہ اور اس کے رسول کے قانون کی جو دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں، کیا ہم نے کبھی ایک دن بھی اس کے لیے احتجاج کیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا یہی وجہ ہے کہ آج ہم آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے غلام بن کر اپنے قومی اور دینی غیرت کو انہی مالی اداروں کے پاس گروی رکھ چکے ہیں۔

(رپورٹ: ڈاکٹر اشرف علی، ناظم نشر و اشاعت، حلقہ اسلام آباد)

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام شیخوپورہ میں سیمینار

تنظیم اسلامی کے تحت جاری 11 اگست تا 3 ستمبر مہم بعنوان ''بقائے پاکستان: نفاذِ عدلِ اسلام'' کے تحت لی گرینڈ مارکی، شیخوپورہ میں 18 اگست 2023 کو سیمینار کا انعقاد کیا گیا، جس کا دورانیہ شام 7:00 بجے تا رات 9:15 رہا۔ سیمینار کا عنوان تھا ''پاکستان کے موجودہ حالات اور بچاؤ کا راستہ'' تھا۔ سیمینار کا آغاز سورۃ الانفال کی آیات 24 سے 28 کی تلاوت سے اور نبی رحمت ﷺ کی مدحت سے کیا گیا۔

سیمینار میں پہلا خطاب مہمان مقرر جناب پروفیسر حافظ عثمان خالد، مدیر جامعہ محمدیہ شیخوپورہ نے کیا۔ انہوں نے قیام پاکستان کے پس منظر میں مسلمانان ہند کی لازوال قربانیوں اور تحریک پاکستان کے قائدین کی انتھک محنت، جذبے اور ولولے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قیام پاکستان کی تحریک میں جان اس وقت پڑی جب یہ نعرہ زبان زدعام ہوا کہ ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ''۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنے اسلاف کی قربانیوں کو عملاً فراموش کیا اور جس مقصد کے تحت پاکستان حاصل کیا گیا اس سے انحراف کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ کا فارسی میں ترجمہ کیا جائے تو پاک ستان یعنی پاکستان بنتا ہے اور مدینہ طیبہ کے بعد یہ واحد ریاست ہے جو کلمہ کی بنیاد پر بنی۔ پھر انہوں نے سورۃ المائدہ کی آیت 45 کی روشنی میں واضح کیا کہ ہم نے اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلے نہیں کیے اس لیے آج ہم ذلیل و رسوا ہیں۔ انہوں نے حاضرین پر زور دیا کہ وہ قرآن کے ساتھ ایک زندہ تعلق قائم کریں اور صدرِ مجلس و امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ سے گزارش کی کہ ہمیں کوئی لائحہ عمل بتائیں کہ موجودہ پستی سے نکلنے کا راستہ کیا ہے۔

اس کے بعد امیر محترم ﷾ نے خصوصی خطاب کا آغاز فرمایا۔ انہوں نے پروفیسر حافظ عثمان خالد کے خطاب کی تحسین فرمائی اور اس بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان کی بنیاد رنگ، زبان، تاریخ اور جغرافیائی حدود نہیں بلکہ ہمیں ایک کرنے والی واحد شے کلمہ توحید ہے۔ انہوں نے بانی تنظیم اسلامی محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کی کتاب استحکام پاکستان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس بات پر مفصل گفتگو اس کتاب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ پاکستان سیاسی، سماجی، اقتصادی پستی کے ساتھ ساتھ افراد کے بلند کردار کی شدید کمی سے دوچار ہے۔ افراد کے سینے قرآن سے مزین نہیں جبکہ دشمن اور شیطانی قوتیں ہر میدان حملہ آور ہیں۔ شیطان کی آلہ کار مغربی تہذیب ہمارے گھروں میں رخنہ ڈال رہی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد قرداد مقاصد کے بعد اسلام کے نفاذ کے حوالے تمام مسالک کے علماء کے متفقہ 22 نکات ایک انتہائی اہم پیش رفت تھی لیکن ہماری سیاسی قیادت کے ساتھ ساتھ ہماری عسکری قیادت میں سے کوئی بھی اسلام کے ساتھ مخلص ثابت نہ ہوا۔ اقامت دین کی جدوجہد کے مناہج کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے امیر محترم صاحب ﷾

نے فرمایا کہ ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کا اجتہاد اور ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ پاکستان کے معروضی حالات میں پُر امن، منظم، غیر مسلح تحریک ہی بقائے پاکستان اور نفاذ عدل اسلام یعنی اقامت دین کے لیے موزوں ترین راستہ ہے۔ ہمیں اپنی انفرادی زندگی میں کتاب وسنت کو ترجیح دینا ہوگی اور اپنے آپ کو حقیقی ایمان کے قابل کرنا ہوگا، دین کے کامل تصور کی دعوت دیتے ہوئے اللہ کے بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکالنے کی جدوجہد کرتے ہوئے اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم کرنے کی بھرپور کوشش کرنا ہوگی۔ اسی میں فرد کی نجات مضمر ہے اور اسی میں معاشرے کی حیات پنہاں ہے اور اسی کوشش سے ہم نسل انسانی کو ایک پُرامن، مستحکم اور فلاح پر مبنی عالمی خلافت کا راستہ دکھا سکیں گے جو کہ نوشتہ تقدیر ہے اور جس کی بشارت رحمت کائنات ﷺ نے اپنی واضح احادیث میں ہمیں سنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری سعی وجہد کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمیں سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں انفرادی واجتماعی زندگی میں اللہ کے کلمہ کو سربلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مسنون دُعا پر سیمینار کی تکمیل ہوئی۔

اس موقع پر مرکزی انجمن خُدام القرآن لاہور کی جانب سے پچاس فیصد رعائتی قیمت پر ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتب دستیاب تھیں۔ اور کم وبیش 1360 افراد جس میں 60 رفقاء، 950 مرد حضرات اور 350 خواتین نے شرکت کی۔ اللہ رب العالمین تمام رفقائے تنظیم اسلامی شیخوپورہ جنوبی وشمالی کی محنتوں کو اپنی شان کے مطابق قبول فرمائے اور جملہ خیر عطا فرمائے۔

(رپورٹ: ثمر اقبال، رفیق تنظیم اسلامی، شیخوپورہ جنوبی)

امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ کا سیالکوٹ میں خطاب

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام 26 اگست بروز ہفتہ ملک گیر مہم ”بقائے پاکستان: نفاذِ عدلِ اسلام“ کے سلسلے میں امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ کا سیالکوٹ میں ایک خطاب رکھا گیا۔ پروگرام کا آغاز نماز مغرب کے بعد 7:30 مقامی میرج ہال (ٹیولپ مارکی) میں ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآنِ پاک اور نعت رسول ﷺ سے ہوا۔ اس کے بعد امیر تنظیم نے ”بقائے پاکستان: نفاذِ عدلِ اسلام“ کے موضوع پر خطاب کیا۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ مسئلہ اب پاکستان کے استحکام کا نہیں ہے بلکہ پاکستان کی بقاء کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ موجودہ حکمران ہوں یا ان سے پہلے والے ہوں سب آئی ایم ایف سے معاہدہ کرنے کے حوالے سے ایک پیج پر ہیں یعنی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے جنگ کرنے پر متفق ہیں۔ جس کی وجہ سے ملکی معیشت کا بیڑہ غرق ہو چکا ہے۔ معاشرتی نظام تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ طلاق کی شرح دن بہ دن بڑھتی جا رہی ہے۔ نکاح کو مشکل سے مشکل تر بنا دیا گیا ہے اور فحاشی عروج پر ہے۔ انہوں نے کہا کہ حالات اب یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ بجلی کے ٹیرف میں ظالمانہ اضافہ نے عوام کو زندہ درگور کر دیا ہے۔ خودکشیاں بڑھ گئی ہیں اور لوگ بجلی کے بلوں کی ادائیگی کے لیے گھریلو اشیاء تک فروخت کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا مگر اُس وقت نام کا اسلام بھی کافی تھا یعنی ”مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ“ مگر اب اس کی بقاء اور استحکام کے لیے صرف نام کا نہیں بلکہ حقیقی اور عملی اسلام کو نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ خرابی صرف اجتماعی معاملات میں نہیں بلکہ انفرادی معاملات میں بھی انتہا درجے کی ہے۔ انہوں نے کہا ضرورت اس امر کی ہے کہ سود، کرپشن اور جاگیرداروں کے مفادات پر مبنی معاشی نظام کو جڑ سے اُکھاڑا جائے اور ملک میں اسلام کے عادلانہ معاشی نظام کو نافذ کیا جائے تاکہ عوام کے بنیادی مسائل کو حل کیا جائے اور پاکستان کے قیام کے حقیقی مقصد کی جانب بھی پیش رفت ہو سکے۔

پروگرام میں تقریباً 400 مرد حضرات اور 50 خواتین نے شرکت کی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ رفقاء واحباب کی کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو ہدایت پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

(رپورٹ: رانا محمد ضیاء الحسن، ناظم نشر واشاعت حلقہ گوجرانوالہ)

سہ ماہی تربیتی اجتماع حلقہ سرگودھا

حلقہ سرگودھا کے زیر اہتمام 6 اگست 2023ء کو نصف روزہ سہ ماہی تربیتی اجتماع کا انعقاد رفاہ کالج جوہر آباد میں کیا گیا۔ جس میں میانوالی، جوہر آباد اور سرگودھا سے مجموعی طور پر 58 رفقاء اور 8 احباب (25 ملتزم اور 33 مبتدی) نے پروگرام میں شرکت کی۔ پروگرام کی تفصیل کچھ یوں ہے:

پروگرام کا آغاز صبح 8:00 بجے رفقاء کی آدھا گھنٹہ انفرادی تلاوت سے ہوا۔

مولانا عامر صاحب نے سورۃ الفتح کی آیات 28 تا 29 کی روشنی میں انقلابی کارکنوں کے تکمیلی اوصاف کے موضوع پر درسِ قرآن حکیم دیا۔ انہوں نے رفقاء پر یہ بات واضح کی کہ ایک انقلابی کارکن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر وہ صفات پیدا کرنے کی کوشش کرے جو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھیوں میں تھیں، تب ہی وہ اپنے انقلابی مشن میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ درسِ حدیث کی ذمہ داری سرگودھا شرقی کے مقامی تنظیم کے امیر محمد گلباز نے ادا کی۔

میانوالی کے نقیب شفاء اللہ نے ”تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر“ بیان کیا۔

منفرد رفیق محترم ڈاکٹر شادی بیگ نے علامہ اقبال کی شاعری سے مزین ”اسلام کا انقلابی فکر اور علامہ اقبال“ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ بعد میں چائے و باہمی ملاقات کا واقعہ ہوا۔ وقفے کے بعد ناظم دعوت حلقہ جناب حمید اللہ نے سلائیڈز کے ذریعے نہایت خوبصورت انداز میں دورِ حاضر میں نفاذِ اسلام کے لیے فیصلہ کُن اور کامیاب منہج کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی۔

بعد میں میانوالی کے مقامی امیر نور خان نے ”رسولِ انقلاب ﷺ کا طریقہ انقلاب (ﷺ)“ کی روشنی میں عہدِ حاضر میں اسلامی ریاست کے خدوخال قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت خوبصورتی سے بیان کیے۔

نقیب اسرہ میانوالی یاسر عرفات نے تنظیم اسلامی میں احسانِ اسلام کے تقاضے پر مذاکرہ کروایا۔ اختتامی کلمات میں امیر حلقہ نے پروگرام میں شرکت کرنے والے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور رب کائنات سے دُعا کی کہ وہ ہماری اس حاضری کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ امیر حلقہ نے اس بات پر زور دیا کہ جماعت کی اصل روح سمع وطاعت ہے اور اس کے ساتھ نماز میں خشوع وخضوع کی اہمیت کی طرف رفقاء کی توجہ دلائی اور اس کے بعد پروگرام کا مختصر خلاصہ بیان فرمایا۔ انہوں نے مقررین کی تحسین فرمائی۔ اسلام کا مطالعہ اور اس پر عمل پیرا ہونے کے ہدف کو سامنے رکھنے کی تلقین کی۔ ساتھ ہی مسنون دُعا کے ساتھ پروگرام کا اختتام ہوا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ شرکاء کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں منظور ومقبول فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

(رپورٹ: ہارون شہزاد: ناظم نشر واشاعت حلقہ سرگودھا)

maintain independence with respect to its foreign policy and protect its national interests. However, matters relating to India are unique. Its ambitions to assimilate Pakistan into itself according to the concept of "Akhund Bharat" are based on our perpetual enmity. Thus, we should strategize in order to constantly strengthen our defensive capabilities and expose and counter their motives.

The Economy: The American economy is undoubtedly declining with the dollar losing value and the end of its supremacy in international trade. Pakistan should act cautiously in light of these facts when it negotiates with US-backed financial institutions in the coming days. In this regard, in order toensure our internal and economic self-sufficiency, laws made in the past should also be reviewed.

Barter Trade: The sooner Pakistan breaks free from the shackles of American slavery, the better. In our present situation, we should focus on acquiring cheaper oil and wheat through the non-dollar payment system as well as barter trade.

Pakistan and Arab Countries: Arab countries have always been important to Pakistan. Since they are Muslim countries, and the reasons are quite substantial and self-explanatory. Close to five million Pakistanis live there and send a portion of their earnings back. These countries have helped selflessly in every difficult predicament. Pakistan Army has consistently participated in the defense of Qatar, Saudi Arabia, Kuwait, and Bahrain, among other countries. Funds amounting to billions have been received from private welfare institutions and organizations of these countries in addition to government institutions. The entire process of reception of these funds must be regulated.

8. **Rays of Hope for Pakistan:**

a. Arab countries and China forming a single bloc

b. Ease of tensions between Iran and Saudi Arabia.

c. Saudi Arabia's resumption of relations with Turkey, Qatar, and Malaysia.

d. CPEC routes and other stalled projects are being resumed.

e. Opportunities for both China and Russia to access warm waters due to extraordinary geographical significance.

9. **National Interests:**National interests are in dire need of being prioritized, since only with the existence of Pakistan is a struggle for Islam possible. In order to achieve this, the elite, the ruling class, and politicians need to play their due roles.

10. **Caution:** However, we need to exercise extreme caution such that our turning towards Russia and China in our effort to rid ourselves of American subjugation is not of a nature that binds us into yet another form of slavery. State independence and the protection of interests are of supreme importance. That being said, it is of utmost import that we submit ourselves to Allah(SWT), protect our country's ideological boundaries, and progress towards the fulfillment of Pakistan's founding purpose,i.e., the establishment of the Islamic Shariah.

All these suggestions require a stable government as well as a self-reliant, independent, and sincere leadership, one that prioritizes national interests and religious honor over personal, familial, commercial, and political gains, and instead of demanding sacrifices from the people, forsakesits own privileges. Only then will the country witness any form of prosperity and stability.

__Note:__ A policy document of Tanzeem e Islami, August 2023; Translated by Muhammad Momin, a Rafiq of Tanzeem e Islami

Pakistan's Foreign Policy and International Relations

Focus on China and Russia and Riddance from American Subjugation as Part of a Diversified Relations Policy

China mediated a diplomatic agreement between Iran and Saudi Arabia in March 2023. The recent agreement on the resumption of diplomatic relations between Iran and Saudi Arabia has raised major doubts about the role of the US in the Middle East, and Pakistan should take notice of this development. Pakistan has traditionally maintained close ties with the US, and the two countries have cooperated on matters such as counterterrorism and regional stability.However, America's changing involvement in the Middle East can undoubtedly affect Pakistan's relations with it. On the flip side, China and Russia have been constantly strengthening their ties with Pakistan over the past few years. China has invested heavily in the foundational infrastructure and energy sectors of Pakistan through the China-Pakistan Economic Corridor (CPEC), while Russia has shown immense interest in deepening its military and economic cooperation with Pakistan.

Recommendations to the Government: In light of the aforementioned developments, Pakistan should reassess its relations with the US, China, and Russia. A few points of note:

1. **Diversity in Relations:** Pakistan should diversify its relations with major global powers like the US, China, and Russia. This would aid Pakistan in maintaining independence in its foreign policy and reducing dependence on any single country. In the effort to advance towards stronger relations, Pakistan should also take actions for the protection of its Islamic identity, regional culture, and family system. Wherever major powers have had dominion in the past, they have left a lasting impression on the social fabric of that region. Especially in the case of America, western values and identity have been notably influential. Thus, it is in need of correction.
2. **Strengthening Relations with China:** Pakistan should deepen its ties with China owing to its growing economic and military influence. This would enable Pakistan to gain access to the Chinese market and its technology. However, it must also be considered that whichever Third-World countries China collaborated with, it left a significant mark on their social structures, while their economies were unmistakably impacted by unbridled Chinese ideologies.
3. **Exploring Unprecedented Opportunities with Russia:** Pakistan should explore new options for collaboration with Russia, especially in energy and defense sectors. This would help Pakistan reduce dependence on the US, and diversify its sources of military paraphernalia.
4. **Balancing Regional Interests:** Pakistan should equilibrate its regional interests and avoid getting caught in the crossfire of geographical and political rivalries. This would necessitate that Pakistan engage in diplomacy cautiously and avoid taking sides in conflicts between major powers. Pakistan should reassess its relations with the US, China, and Russia owing to the shifting geographical and political landscape of the Middle East. By diversifying its relations and balancing its regional interests, Pakistan can

Vol: 32 Regd. No. C.P.L NO.114 No.35

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore